



بعونہ تنقا

پہلا کچ

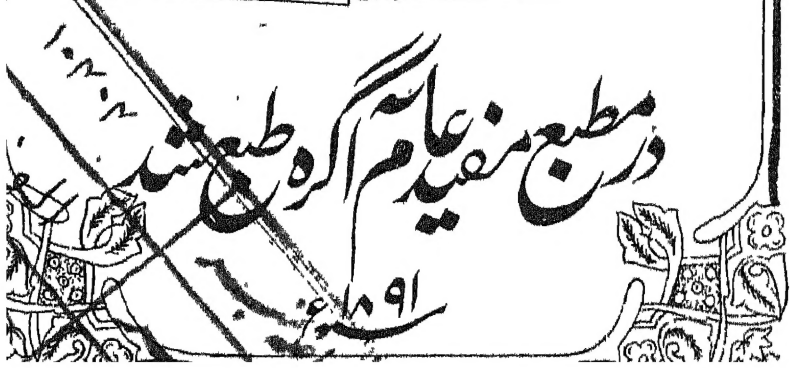
نواب محسن الدولہ محسن الملک لونی سید ممدی علی خان بہادر وزیر نواز جنگ

سکا ۱۹۱۳

مسلمانوں کی تعلیمی ترقیوں کی تاریخ اور پھر ان کے تنزل اور اس کے اسباب پر

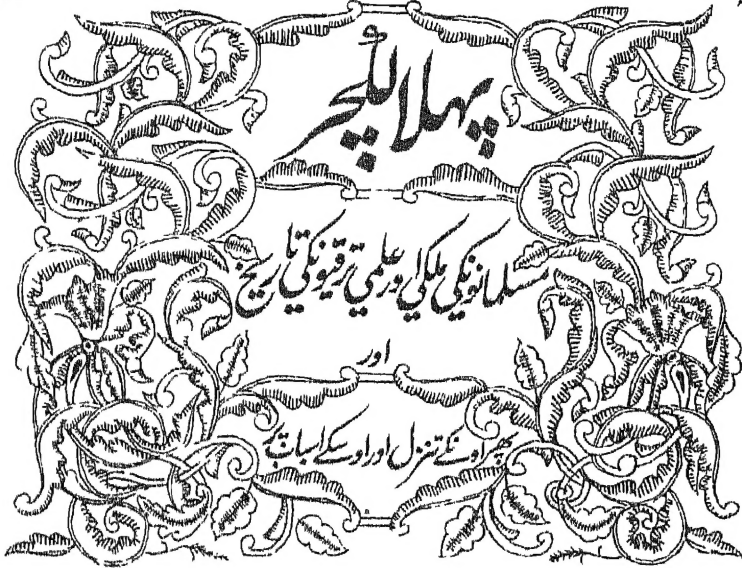
جو

محجن ایجوکیشنل کانفرس کے اجلاس پنجم مقام الہ آباد میں دیا گیا



درمطبع منقید عالم اگر طبع شد

۹۱



روئے زمین پر مسلمانوں کی قوم ایسی نہیں ہے جسکو ترقی کے بعد زوال ہوا ہو۔ اور بھی بہت سی قومیں ایسی گزر چکی ہیں جنکی ترقی شان و عظمت میں مسلمانوں کے می طرح کم نہ تھی، مگر جبکہ زوال مسلمانوں کے سین بہت زیادہ ہوا ہے۔ مسلمانوں کی قوم اب تک قائم ہے، اور اسلام اسوقت تک کروڑوں انسانوں کے دلوں میں جو شہزاد ہے۔ لیکن بہت سی قومیں ایسی گزر چکی ہیں جو ایک زمانہ میں حکومت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی تھیں۔ اور گواہ اسوقت بھی انکا نام و نشان صفحہ ہستی سے بالکل معدوم نہیں ہوا مگر بہت ہی خفیف اور ضعیف یادگار ادنیٰ باقی ہے۔ ایسی قوموں اور بندہ وجود کی آئندہ ترقی کی کوئی امید نہیں ہے۔ مگر ایسی قوم کے لئے جسکی نسبت روئے زمین کی آبادی کے ساتھ ایک صدی کی ہو بیشک آئندہ کی ترقی کی امید کے لئے کافی وجوہ موجود ہیں۔ اور جو تاج کہ ہم گذشتہ تواریخ اور حالات سے نکال سکتے ہیں وہ بیشک ہماری آئندہ کی رہنمائی کے لئے کافی ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

زبردست قوم ایک بلند اور مضبوط چٹان سے مشابہہ ہے، جسوقت ہم اس چٹان کی طرف نظر

ڈالتے ہیں، تو اس کی عظمت، اس کے استحکام، اور اس کی جسامت دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو کبھی زوال نہیں ہو سکتا۔ لیکن اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اگر ایک معتد بہ مدت کے بعد دیکھا جاسے تو اس چٹان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ کبھی تو یہ زمین کے فطرتی تشنج سے ہوتا ہے، جیسے زلزلہ، یا آتش فشان مادہ، جس نے پچھلے زمانہ میں تمام روئے زمین کی ہیئت بدل دی تھی، اور جس سے اب بھی کبھی کبھی ارضی تغیرات پیدا ہو کر تے ہیں۔ مگر اس زمانہ میں علم طبقات الارض کے باریک اور دقیق مسائل حل کرنے والوں نے نئی تحقیقات سے یہ ثابت کیا ہے کہ بڑے سے بڑے مضبوط سے مضبوط پہاڑ فقط پانی، آفتاب اور ہوا کے عمل ہی سے برباد نہیں ہوتے بلکہ لاکھوں کروڑوں نہایت چھوٹے چھوٹے کیر ان پہاڑوں کے ہر ذرہ کو کھاتے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ (Switzerland) کے سب سے بلند پہاڑ فال ہارن (Faulhorn) کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اسی قسم کے کیرٹون کے عمل سے گویا حالت تخریب میں ہے، اور ایک مدت معتد بہ میں ریگ ہو کر رہ جائیگا اور نام و نشان بھی اوسکا نہ رہے گا۔ قوموں کی یہی حالت ہے، نہایت ناچیز سبب جنگی طوفان بھی خیال بھی نہیں کرتا۔ اکٹھے ہوتے ہوئے وہی نتیجہ پیدا کر دیتے ہیں، جو پہاڑوں کی تباہی میں ان چھوٹے چھوٹے کیرٹون سے مترتب ہوتا ہے۔ وہ پہاڑ جب کہ چند صدی پیشتر یہ بیان کیا جاتا تھا کہ عظمت اور استحکام میں اپنا آپ ہی نظیر ہے، آخر کار ان چھوٹے چھوٹے کیرٹون کا لقمہ بن کر نیست و نابود ہو جاتا ہے، اس مینار و قوم جو اپنی قوت و سطوت، دولت و عظمت، کے زمانہ میں، زمانہ کی دست تعدی کے پونچنے سے بھی محفوظ سمجھی جاتی ہے، اور خفیف اس کے جمع ہو جانے سے جب کہ کسی خیال نہیں ہوتا، ضعیف و کمزور ہوتے ہوئے آخر ایسی تباہ و برباد ہو جاتی ہے کہ کمین اوسکا پتہ بھی نہیں ملتا۔

ان قوموں میں سے جو گزشتہ زمانہ میں ترقی کر نیکے بعد تباہ ہو گئیں مشہور قومیں ایرانی یونانی رومی مہری اور یہودی ہیں، چونکہ یہی اسرائیل کی حالت ہم سے بہت مشابہ ہے، اس لئے میں صفتراوس قوم کی

اول مختصر کیفیت بیان کرتا ہوں۔

بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت سے مصر میں آباد ہوئے، اونکی کئی کئی نسلیں فراغت ہوئی۔ غلامی میں گزریں، وہ طرح طرح کے عذاب اور مصائب میں گرفتار رہے، حضرت موسیٰ نے اونکو مصر سے نکالا، اور اس عذاب سے چھڑوایا، اور ان سے خدا کی سب سے بڑا اور شاداب زمین شام کا مدد کیا، چنانکہ فرعون کی غلامی کرتے کرتے نصیبت اور حسرت سب اس قوم سے جاتی رہی تھی، اور اونکے سارے جوش ٹھنڈے اور اونکے سب دل لے سر ہو گئے تھے، جرأت اور بہادری کچھ اونہیں باقی نہ رہی تھی، جب حضرت موسیٰ نے مقابلہ کے لئے کہا تو کہنے لگے کہ ”یا موسیٰ اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّكَ لَنْ تَخْلَوْا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاَنْ تَخْرُجُوْا مِنْهَا فَانَا كَادَ اَنْ اَخْلُوْا“ اے موسیٰ اوہیں تو زیر دست قوم تھی ہے ہم تو وہاں نہ جائیں گے جب تک کہ وہ نہ نکلیں اگر وہ کل جائیں تو البتہ ہم اوہیں داخل ہو گئے۔ ہزار ہا طرح موسیٰ نے سمجھایا، ہمت دلائی، مگر اونہوں نے ایک نہ سنی، اور جب بولے تو یہی کہ ”اِنَّكَ لَنْ تَخْلَوْا اَبَدًا“ مَآدَا مَوْفِيْهَا فَاَذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا قَاعِدُوْنَ“ ہم ہرگز اوہیں داخل نہ ہو گئے جب تک کہ وہ وہاں ہیں تم ہی جاؤ اپنے رب کو لیکر اور دونوں لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ آخر خدا نے اپنے قانون قدرت کے موافق اونکو یہ سب سارا سال کی غلامی میں رہنے کے مقابلہ اور مقابلہ کے لایق نہ جانا، اور چالیس برس تک اونکو جنگل میں حیران و پریشان رکھا، یہاں تک کہ وہ نسل جیکے رگ و پے میں ذلت و سستی سمائی ہوئی تھی اوسى جنگل میں ہلاک ہوئی۔ اور بیس برس کی عمر سے اوپر کا کوئی آدمی بھی زندہ نہ رہا، اور نئی نسل پیدا ہوئی، جسے محنت اور مصیبت میں پرورش پائی تھی، اور جسکو نصیبت اور حسرت کا نیا جوش پیدا ہوا تھا اونکو یوشع نبی لیکر بڑے ہے فَكَ خَلَوْهَا وَهَرَمُوا الْجَبَّارِيْنَ۔ پس وہاں داخل ہوئے اور جباروں کو شکست دی۔

بنی اسرائیل اپنے آپکو خدا کے خاص بندے سمجھتے تھے، اونکو یقین تھا کہ خدا نے اونکو اسی واسطے

پیدا کیا ہے کہ وہ خدا کی حکومت ساری دنیا میں قائم کریں، اور ساری زمین سے بہت پرستی کو دور کر کے ایک خدا کی عبادت کی طرف لوگوں کو مائل کریں، کچھ مدت تک تو فلسطین اور مقدس زمین میں شام کے وہ اپنے بزرگوں اور قاضیوں کی اطاعت میں رہے، پھر ساری قوم ایک بادشاہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی یہ زمانہ اونکی اعلیٰ درجہ کی ترقی کا تھا، اور اس زمانہ میں حضرت سلیمان کی سلطنت ایسی عظمت اور سطوت میں حد کے درجہ پہنچ چکی تھی۔ اس کے بادشاہی کے زمانہ میں صرف یہی تھا، اگر دروازہ کے بادشاہ اور بادشاہ اریان بیت المقدس کے معصوم اور دانشمند بادشاہ کے روبرو تسلیم خم کرتے تھے، بلکہ ہندوستان کا سونا اور چوہا ہر آدھو بھی اونکی نذر کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ چاروں طرف سے اس ملک میں دولت پھٹی پڑتی تھی، ساری قوم ایک بادشاہ کی زیر حکومت تھی۔ مگر یہی قوم میں ہمیشہ فتنہ و فساد اور نا فانی کا جوہر موجود رہا ہے، اہل ان سے فقط اپنے خدا اور مذہب کے خلاف ہی میں بغاوت سر نہ نہیں ہوئی، بلکہ اپنے بادشاہوں کے مقابلہ میں بھی انہوں نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ یہی خاصیت پھیلتے پھیلتے عوام میں سرایت کر گئی، اور آخر کار قوم کی تباہی کا باعث ہوئی۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت کے اختتام تک بارہ قویں سیو دیوں کی پانسویں تک ترقی رہی تھی اگرچہ کبھی کبھی اس زمانہ میں بھی اسپین اور مصر لیتے تھے، مگر سلیمان کے انتقال کے بعد تو دس قبیلوں نے بغاوت اختیار کر کے ایک نئی سلطنت قائم کر لی۔ یہ تفاق گویا دوسری قویوں کے لئے حملہ آوری کی دعوت کا خط تھا فلسطین میں انیس^{۱۹} بادشاہ با امن و امان حکومت کر چکے تھے، مگر ان کے بعد جو تفاق پھیلا، اسے اسیریا (Assyria) کے بادشاہ شاہ مین (Sardanapalus) کو سیو دیوں کی ملک پر حملہ آوری کی جرأت دلائی۔ اس حملہ کا انجام یہ ہوا کہ اکثر سیو دیوں کو وہ قید کر لئے گیا۔ اسکے بعد سیو دین میں معلوم کہ ان دس قبیلوں کی گارڈی کہیں نام و نشان تک باقی نہ رہا دو قبیلے جو بیت المقدس میں باقی رہ گئے تھے ان کا انجام بھی تریب تریب وہی ہوا، جو ان دس کا ہوا تھا کچھ کم سو برس کے زمانہ میں باہل کے بادشاہ نے ان کے ملک کو فتح کر کے ستر برس تک اپنے شہر میں قید کیا

اس زمانہ کے بعد یہودیوں کی ملکی تاریخ کو یا معدوم ہو گئی، نہ سلطنت باقی رہی، نہ نڈن رہا، قید سے نجات پانے کے بعد جب یہ لوگ اپنے ملک کو واپس آئے تو اسکو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے آپس کے فسادات کی بنا قیام کر دی، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کے سو برس پیشتر تک ملک پر رومانیوں کا قبضہ ہو گیا، اور انہیں کی طرف سے ایک بادشاہ حکومت کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ یہ حالت بھی غنیمت تھی، مگر فتنہ و فساد کا وہ مادہ جو یہودیوں کی طبیعت میں موجود تھا، اسکو کبھی کہاں قیام رہنے دیتا تھا، رومانیوں کے خلاف میں جب کھلم کھلا بغاوت کی، تو اس سختی سے اوان لوگوں کی سرزنش کی گئی کہ اسے اسکے کوئی چارہ نہ رہا، کہ تمام روئے زمین پر منتشر ہو جائیں، لیکن یہ لوگ جہاں گئے، اپنا مذہب ساتھ لیتے گئے اور اب تک اوان لوگوں کے دلوں میں یہ اسید باقی ہے کہ پھر وہ ایک دن آنے والا ہے کہ اوانکا ملک معدوم و بکرو واپس ملیگا۔

اس مختصر تاریخی بیان سے اب آپ لوگ اوان اسباب پر غور فرمائیے، جو اس قوم کی ترقی اور بھڑوال کے باعث ہوئے۔ غلامی کی زندگی نے اول اوانکو بزدل اور ڈرپوک بنایا، پھر تکلیف اور محنت اور بگل کی زندگی نے انہیں دوبارہ جوش پیدا کیا، مذہب اور اتفاق، ہمت اور مردانگی، نے اوانکو اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہنچایا۔ پھر انہیں ناقصاتی پھیلی، اور جھگڑا پیدا ہوا، وہ مغرور، متکبر اور خود سر ہو گئے، ہر شخص اپنے ایکو خدا کا خاص بندہ سمجھتا اور دوسری قوموں کے لوگوں کو نظر حقارت سے دیکھتا تھا، دولت اور عیاشی حکومت کے ساتھ آئی، ریائی امداد کے بہرہ ور پادمانوں نے ہاتھ پاؤں ہلانے اور اپنی فلاح کی کوشش کرنی بیکلخت ترک کر دی، انکے مذہبی پیشوا، علما اور قاضی خود غرض اور متعصب ہو کر دین میں تحریک کرنے لگے، عوام اور جمال اصلی مذہب کو چھوڑ کر اپنے فقہیوں اور مولویوں کو پوجنے اور اپنا پیغمبر سمجھنے لگے، اور حقیقت سوا ظاہری اور جھوٹی شیخی کے نہ انہیں سلطنت کرنے کی لیاقت رہی، نہ مذہب کی خوبی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانے کے ہر قدم نہ رہ سکے، اور جب دوسری قوموں نے اوان پر فوج کشی کی، تو منہ نہ تکتے رہ گئے۔

کوئی سامان ہی ایسا نہ تھا جسکے بھروسہ پر مقابلہ کا نام بھی لیتے۔ پس وہ قوم جو دنیا میں سب سے معزز تھی، وہ قوم جو دنیا میں خاص مذہبی پیاری قوم بھی جانتی تھی، وہ قوم جس میں خدا نے بڑے بڑے سادو اور امرا، انبیاء و مسلمان مبعوث کئے تھے، وہ قوم جس میں بڑے بڑے سلاطین اور بادشاہ ہوئے تھے، وہ قوم جسکے آگے روئے زمین کے سلاطین سر جھکاتے تھے، وہ قوم جسکو خدا نے تمام قوموں پر شرف بخشا تھا، اپنی غفلت، اپنے قود، اپنے غرور، اپنی نالائقی، اور اپنی نااہلی سے ایسی ذلیل و خوار ہو گئی کہ گویا خدا کی زمین میں کچھ اسکا حصہ ہی تھا۔ نہ کہیں اسکی سلطنت باقی رہی، نہ عزت، نہ کون کی طرح ہر جگہ سے ہانکے اور ہر حصہ زمین سے نکالے جاتے ہیں صُوبِ بَک عَ لَیْکَ هَذَا الدِّیْنُ وَالْمَکْنَةُ دَبَاؤُ بَعْضِ مَوْتِ اللّٰہِ۔ اور نہ زلت و سکنی ڈال لی اور خدا کے غضب میں گرفتار ہوئے۔

اب ہر ملک اپنی قوم کا حال دیکھنا چاہیے، بنی اسرائیل کی حالت اس زمانہ میں جبکہ اسلام کی روشنی اور نین بھیلی، اپنے بھائیوں بنی اسرائیل سے مختلف تھی۔ یہودیوں کی طرح غلامی کی زنجی اور انکی گردن میں نہ تھی، نہ مصر کے فرعون کی طرح کوئی جبار اور قمار اور غلام کرنے والا تھا، ساری قوم آزاد، اور خود مختار تھی۔ سکندر کی فوج نے اگرچہ تمام شرقی سلطنتوں کو پا مال کر دیا تھا، مگر صرف عرب پر اسکا ہاتھ نہ پہنچا۔ اس کے جھنڈے کے نیچے اگرچہ سپہ سالار بنے، مگر خیر نے اپنے ایلچی تک اس کے پاس نہ بھیجے۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے زمانہ سے تین سو برس اول اور نہون نے اپنے خشک اور پہاڑی ویران جزیرہ نما میں آزادی اور خود مختاری قائم کی، اور ایک ہزار برس تک کسی کے تابع اور مطیع نہ ہوئے۔ اسلام کی دعوت کی وقت اگرچہ سب لوگ جہالت اور بت پرستی میں گرفتار تھے۔ مگر تھے تیز و جالاک، سادو میں طاق، لڑنے پھڑنے میں مشاق، محنت کے حامی، سف کے شائق، بدن کے قوی، دل کے مضبوط، مصیبت کے مقابلہ کے لئے آمادہ، صرف رہنمائی کے سہمی کہ وہ انکی توتو کو جو حشیانہ کاموں اور خانگی

لڑائیوں میں صرف ہوتی تھیں مذہبی اور ملکی ترقیات میں لگادے، اور جو کل اولیٰ چل رہی تھی اسے سیدھا کر دے۔ چنانچہ ہمارے ہادی، ہمارے سردار نے یہی کیا، کہ ساری قوم کو سیدھا رکام کے راستے پر لگادیا اور انکے اختلاف اور لفاظ اور خانہ جنگیوں کو، اتفاق اور محبت اور مذہبی جوش سے بدل دیا۔ جب جمال نبوی کا پرتو اوپر پڑا، اور نور محمدی نے انکے دل کو روشن کر دیا تو وہ خدا کی خلافت کے مستحق ہوئے اور پورا ہوا وہ وعدہ جو خدا نے ان سے کیا تھا۔

اگرچہ بنی اسرائیل کی طرح مسلمانوں نے بھی خدا کی وحدانیت کے اعتقاد پھیلانے اپنے مذہب کو آغاز کیا، مگر یہودیوں نے کہی غیر قوموں کو اپنے آپ میں نہ ملایا، بلکہ اپنے مذہب کو وہ اپنی خاصی ملک سمجھتے رہے، مگر اسلام کی دعوت تھی کا نٹہ لانا، انکی یہی کوشش تھی کہ سارے بندے خدا کی ایک امت اور ایک قوم ہو جائیں، اور ہر ایک خدا کی توحید کا معتقد، اور اسلام کا ماننے والا ہو جائے۔ چنانچہ یہ سچا مذہب سب پر غالب آیا، اور اس دین نے شرک اور بت پرستی کو نہ صرف عرب کی پاک زمین سے، بلکہ دنیا کے بڑے بڑے حصوں سے دور کر دیا۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ برابر قائم رہا، ملک کے ملک فتح ہو گئے۔ خلفاء راشدین کے اخیر زمانہ میں گرجہ بغاوت پھیلی، اور وہ تلوار جو خدا نے دشمنوں کے لئے مسلمانوں کے ہاتھ میں دی تھی، آپس میں چلنے لگی۔ اور مخالفت اور دشمنی اور مذہبی مخالفت کا زہر پھیل گیا، مگر یہ زمانہ جلد گزر گیا، اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی دانشمندی اور امت پر جیسا نہ پالسی نے اس آگ پر پانی ڈال دیا، اور پھر مسلمان فتوحات پر توجہ ہو گئے۔ امیر شام کے بعد ایسے واقعات ہوئے جنکے دردناک نتیجے آج تک مسلمان اوٹھاتے ہیں اور جس سے مسلمان تاریخ شرم سے بھری ہوئی آخر کا جب بنی امیہ کی سلطنت متزلزل ہو گئی، پھر سلسلہ فتوحات کا شروع ہوا، اور دمشق سے لیکر چین تک کی سرحد تک اسلامی سلطنت جو کہ صرف ایک خلیفہ کی حکومت میں تھی قائم ہو گئی۔ جب اندرونی سازشوں اور خفیہ بناؤں سے جو چپکے چپکے اپنا کام کر رہی تھیں، مروانیوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا، اور عباسی خلیفہ

ہوئے، اُنہوں نے بھی فتوحات کا سلسلہ برپا جاری رکھا۔ ایشیا کو چمک اور سیریا کے فتح کرنے کے بعد اسلام کی فوجیں قسطنطنیہ تک پہنچ گئیں، اور وہاں سے تھوڑی دنوں میں دینا پر حملہ کیا گیا، یورپ میں فرانس کے وسط تک اسلام کا پھر پراگڑنے لگا، اُنڈس میں نہایت زبردست سلطنت قائم ہو گئی، مشرق کی طرف ایران میں ہوتے ہوئے ہندوستان تک اسلام کے جھنڈے پہنچ گئے، اور وہ عظیم الشان سلطنت قائم ہو گئی، جو گزشتہ صدی کے اختتام تک موجود تھی۔ لیکن جیسی یہ ترقی تعجب خیز تھی، ویسا ہی حیرت انگیز زوال بھی ہوا، ایک خاص حد تک پہنچ کر جاری ترقی سان ترک گئیں اور پھر زوال آئے۔

فتوحات کا سلسلہ تیسری صدی تک خوب جاری رہا، اُس کے بعد نزول کے آثار شروع ہوئے۔ اس سلسلہ کا تیسری صدی تک جاری رہنے کا سبب یہ تھا، کہ جو جوش فتوحات کا عرب میں پھیل گیا تھا، اُس سے ساری قوم بہادر اور سپاہی ہو گئی تھی، اور جو قواعد حضرت عمرؓ نے قائم کئے تھے، اُس سے ہر عرب گویا ایک سپاہی تھا، جو ہر وقت اپنے ملک اپنی قوم اپنے مذہب کے لئے جان دینے کو تیار تھا۔ بقول سر تسلیم بیور کے اون قواعد سے ساری قوم میں گویا ایک جنگی روح عطا کر گئی تھی، اور تمام عرب سو بھر ہو گئے تھے، جبکہ صرف یہی کام تھا کہ دوسرے ملکوں اور دوسری قوموں کو فتح کریں، اور انہیں اسلام پھیلانے وہ قواعد ایسے مستحکم اصول پر قائم کئے گئے تھے کہ مذہبی دلوں کو جاتے رہنمائی عربوں میں کامل مل رہی ہے۔ بس تک جنگی جوش پورے طور پر قائم رہا۔ قوم کی قوم گویا ایک فوج تھی جو ہر وقت حرکت میں رہا کرتی تھی، چچا دینیان اوسکے گھر تھے، گھوڑوں کی ریٹ اوسکے بچھونے تھے، مگر مذہب عرب ایسے تسلیع اور مستعد قوم ہو گئے تھے، جو پڑھتا پڑھتا تک ملک گیر کی کے لئے ایک نقطہ کے نوٹس دینے پر تیار اور حملہ کرنے کے لئے مستعد ہوتے تھے۔

بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں گواندرونی خانہ جنگیاں اور باہمی فسادات ہوتے رہے، مگر

فوجی قواعد اور عرب کی استعدادی نے چند سے ترقی کا سلسلہ جاری رکھا، مگر جب وہ قواعد ٹوٹ گئے، اور غلط فہمی
عبارتیں بجا سے عرب کے دوسری قوم کو خدشہ لگایا، اور پھر عیاشی، فضولی، کاہلی، اور بزدلی مزاج جو نہیں لگتی
اُنکا زوال شروع ہوا۔

مستقیم باللہ حقیقت اُس سدا کا توڑنے والا تھا، جو حضرت عمرؓ نے قائم کی تھی، اُس نے ترک غلام کو
فوجی کام پر مقرر کیا، انہیں کا باڈی کارڈ بنایا، عرب کے بدلے اور بہرہ رسد کرنے لگا، اُس نے
اپنی قوم عرب کو ایسا بیدل کر دیا کہ وہ بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ اور اُنکے خوف سے اُسے بغداد چھوڑ کر دوسرا
شہر ستر من راہ بسا اُڑا۔ اسکے بیٹے متوکل علی اللہ نے تو ان ترکوں پر یہاں تک بہرہ رسد کیا کہ اپنی
جان اور نیک سپرد کردی، اس سے ترکوں پر اتنا بہرہ رسد تھا کہ اپنی خاص تلوار جو س ہزار درم کو خریدی تھی،
اپنی حفاظت کے لئے اپنے غلام ترک کو دیدی، جس نے اوی تلوار سے اُسکا کام تمام کیا۔

جب اس طور سے اجماعی سپاہی اور باہر کے لوگ فوج میں داخل ہوئے، اور عربوں کی قدر کم ہو گئی،
اُنکی تنخواہوں اور وظیفوں میں بھی فرق لگایا، اور فوج کے کام سے بیکار ہو گئے۔ چونکہ وہ زراعت تجارت
وغیرہ جو تاجرتے ہی نہ تھے، اسیلئے انہوں نے بھی خاندان بدوشی اختیار کی، اور پھر اپنی بددست کی حالت میں
رجوع کرنے، اور گھوڑے بندوق اور نیزے سے کام لینے لگے۔ اس تغیر سے جو عرب کی فوجی حالت میں
پیدا ہوا، خلفاء کی عظمت کا زمانہ جلد گزر گیا، صوبہ جات میں بغاوت پھیل گئی، سلاطین اور اُمراء نے خود مختاری اختیار

کی، باہمی نزاع اور بغاوتی نے دار الخلافہ کو اپنا گھر بنایا۔ اور وہ آخری فوجین جو مدد کے لئے باہر سے
بلا کر نوکر لگے گئی تھیں، اپنے اقاؤں پر گڑبڑ بٹھین، اور بجا سے نوکروں کے اقا بن گئیں، اور ترک غلام،
ترک سپاہی، ترک جنرل، اور ترک امیر خلیفہ کے جان و مال کے مالک بن گئے۔ انہوں نے خلافت کو اپنا
کھلونہ بنایا، کسی کو لگدی سے اذکار، کسی کو بٹھایا، کسی کو مارا، کسی کی آنکھیں نکال دیں، کسی کو اپنا پستخوار بنایا،
کیا غضب کہا ہے ایک نامور مورخ نے کہ ”وہ عصا جس پر خلفاء نے ہاتھ ٹیک کر سہارا لیا تھا وہی

اُنکے حق میں اڑ رہا ہو گیا۔“

اگرچہ خلفاء عباسیہ کی خلافت تیسری صدی میں نہایت ضعیف ہو گئی تھی مگر نام باقی تھا، اسپین، ترکی، ایران وغیرہ میں امیر المومنین کے نام سے یاد کئے جاتے تھے، خراج تو کوئی بہت چاہتا تھا مگر نام کے لئے خطبہ خلیفہ ہی کے نام کا پڑا جاتا تھا۔ لیکن پانسو برس کی سلطنت کے بعد یہ نام بھی باقی نہ رہا، اور چنگیز خان کے پوتے نے عباسیوں کی خلافت کا نام بھی زمین کے صفحہ سے مٹا دیا، اور انکے ساتھ عربوں کی ملکی تاریخ کا بھی گویا خاتمہ ہو گیا۔

عربوں کی سلطنت اگرچہ عرب شام میں اسطور پر تباہ ہوئی مگر اس کی شاخیں جو دوسرے ملکوں میں پھیلی ہوئی تھیں کچھ دنوں تک تو تازہ رہیں، اونہیں سے بڑی سلطنت وہ تھی جو مسلمانوں نے اسپین میں قائم کی تھی۔

اس سلطنت کا حال سنئے، کہ ساتویں صدی کے اوائل میں خلیفہ عبدالملک کی عہد حکومت میں اسلام کی نویں اذیقہ سے بڑے کرسٹینڈا (Centa) تک پہنچ گئی تھیں، یہاں سے تنگ آہنار جبل الطارق کے اوس پار اسپین (Spain) کا ملک نظر آتا تھا، خلیفہ وقت کے گورنر موسیٰ نے اُس ملک کے فتح کرنے کا ارادہ، اور اپنے سپہ سالار طارق کو معہ پانچ ہزار فوج کے روانہ کیا۔ یہ لوگ اُس مقام پر آئے جہاں آج کے دن جبرالٹر (Gibraltar) کا قلعہ واقع ہے، گویا اسی نام سے وہ اندلس کے فتح کرنے والے کی یاد رکھا ہے۔ اگرچہ یہ فوج اندلس کے صرف حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی، مگر پہلے ہی مقابلہ میں وہاں کے باشندوں کو ایسی شکست ہوئی، کہ مکمل ملک حملہ آوروں کے تصرف میں آگیا۔ موسیٰ نے اپنے سپہ سالار پر تنگ کھا کر اس کو یہ حکم بھیجا کہ میرے آنے تک انتظار کرو، مگر طارق فتح کے نشہ میں سرشار آگے بڑھ گیا، اور جب گورنر وہاں پہنچا، تو اس کا سیلاب سپہ سالار طارق کو یہ انعام ملا، کہ اُسے تازیانے لگائے گئے، مگر گورنر کو بھی اتنی ہی انعام ملا۔ جس وقت خلیفہ نے موسیٰ کو بلا بھیجا

اور وہ خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا خلیفہ نے موسیٰ پر بھی اونہیں سزاؤں کا حکم صادر فرمایا، جو موسیٰ نے اپنے ماتحت کو دی تھیں،۔ لیکن قبل اسکے موسیٰ نے اسپین کے تمام زیرہ سما کو فتح کر لیا تھا، اور پرنیز (Pyrenees) کے پہاڑوں پر سے فرانس کا زرخیز میدان اُسکے قدموں کے لئے پھیلا ہوا نظر پاتا تھا۔ اُنڈس میں مسلمانوں نے جو ترقی کی وہ اس قدر عظیم تھی کہ آج اُسکو یاد کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے اُنڈس کے فتح کرنے میں دہر برس بھی صرف نہوٹے تھے کہ فرانس پہلے آدری کو گیلی۔ پانچتر برس کے سپاہی جو پہلے اس حمل پر بھیجے گئے تھے، انکے ساتھ موسیٰ نے اٹھارہ ہزار عرب شریک کر کے اپنی فوج کو ایسا بنالیا، کہ کوئی اُسکو روک نہ سکے۔ ساتویں صدی عیسوی کی ابتدا میں یہ معلوم ہوتا تھا، کہ تمام یورپ مسلمانوں کا مطیع ہو جائیگا، اور عیسائی مذہب کی دار الخلافت ”روما“ میں اسلام کے خطیب پڑھے جائیگی جو ایک وقت میں دہلی دیکھی تھی پوری کر دکھائی جائیگی۔ لیکن یہ سلسلہ فتوحات کا ۳۲۷ء میں فورس (Tarrus) کے مقام پر یکایک ختم ہو گیا، اس مقام پر مسلمانوں کو ایسی شکست ہوئی، کہ مسلمانوں کے قدم پُرتیز پہاڑ کے اوس پار نہ بڑھ سکے۔ یہ شکست اسوجہ سے ہوئی کہ اسلام کی فوج بے دیکھے بھاگنے لگی تھی، اور سپہ سالار نہیں، سپہیں نفاق پیدا ہو گیا تھا۔ آخر کار اسلام کا زور اُنڈس جیسے چھوٹے نکلے میں محدود ہو گیا۔ سات سو برس تک مسلمانوں کی سلطنت اُنڈس میں تمام دینا سحر کے لئے عظمت و جلال کا نمونہ تھی، کوئی نظیر اُس فیاضی اور ریادگی کی قوم مفتوح کے ساتھ سلوک کرنے میں ایسی ہم نہیں پہنچ سکتی، جو مسلمانوں کی سلطنت اُنڈس کا مقابلہ کر سکے۔ اُنڈس بنی اسیہ کے خلیفہ کے زمانہ میں فتح ہوا تھا، اسلئے اس ملک کی سلطنت انکی خلافت کے زوال کے بعد انکے ہاتھ سے نہ نکلی۔ حبقوت بنی اسیہ کا خاندان تباہ ہوا، تو قتل عام سے ایک متشنس عبدالرحمن بچ کر اسپین پہنچا۔ یہاں پر لوگوں نے اُسکی بڑی آؤ بھگت کی، اور تخت پر بٹھلایا۔ لیکن اسکے ساتھ ظلم و تعدی کا وہی زمانہ اسپین میں بھی شروع ہو گیا، جو ہمارے خاص وطن میں قائم تھا، اور یہی ظلم باعث ہوا اسپین میں بھی اُن نتائج کے پیدا کر دینے کا جس نے

عربستان کو تباہ کیا تھا۔ ملک میں بے نارت پھیلی، اور اُسکے خاص تین سرداروں نے سازش کر کے فرانک بادشاہ شارلمین (Charlemagne) کو سلطنت اسپین پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ محض اتفاق تھا کہ اس قدر محنت سے قایم کی ہوئی سلطنت اُسی وقت برباد ہو گئی۔ شارلمین کو اپنے باغی امرا کی سرزنش سے فرصت نہ ملی، کہ اسپین پر حملہ کرے۔ عبدالرحمن نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، ان ہی بے لائیشوں سے بدلا لیشے کا خوب موقع پایا، یہ انتقام ایسی سختی اور شدت سے لیا گیا، کہ ہر کسی کو اس کے خلاف سازش کر کے جرات نہ ہوئی۔ مسٹر لین پول کا بیان ہے کہ دو بے رحم دیون اور خوزریون کی وجہ سے ایماندار دیون نے اس کی خدمت سے انکار کیا۔ اور اُسکے پرانے خیر خواہوں نے، جنہوں نے اُسکے اسپین آنے پر ایسی خوشی سے اُسکی آؤ بھگت کی تھی، اُسکے ظلم و ستم دیکھ دیکھ کر وفاداری سے منھ موڑنا شروع کر دیا۔ اُسکے رشتہ دار جو خلفاء عباسیہ ڈرتے بھاگ کر اُسکے دربار میں جمع ہو گئے تھے، اُسکی جبارانہ حکومت سے ایسے سزا ہو گئے، کہ اسکو سخت سے اُتارنے کی سازشوں میں شریک ہونے لگے، اور اپنی جانیں کھو بیٹھے۔ عبدالرحمن بکیر تیار کیا، اُسکے پرانے خیر خواہ اُسے چوڑ کر چلے گئے، اُسکے رشتہ دار اور لوگوں تک اُسکے دشمن بن گئے۔ کچھ تو اندرونی بکیروں کی وجہ سے اُسکی تیز زہی شتمن ہو گئی، اور کچھ فی نفسہ ”اُسکی طبیعت پر رحم تھی۔“، دغا بازی اور ہلاکت سے بڑا ایک بجا پیکلے نے عبدالرحمن نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا، جو خلفاء بغداد کی بربادی کا باعث ہوا تھا۔ اسنے بھی خلفائے بغداد کی طرح غیر قوم کی اجرتی فوج کو بھرتی کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ چالیس ہزار فوج کے سپاہی اُسکی حفاظت کے لئے مامور تھے۔ عبدالرحمن کے مرنے کے بعد چند روز تک اُسکے ملکہ کی یاد سے لوگوں کے دل نہیں بغاوت کی جرات پیدا نہ ہوئی۔ اسکا جانشین نہایت نرم مزاج اور پاک طبیعت تھا، اور لوگ اُسے ہر دلعزیز اور مصنف کے خطابوں سے یاد کرتے تھے، مگر باوجود اُسکے اُسکی سلطنت کو اڑھ برس انگریزوں نے بغاوت کا طوفان ٹوٹ پڑا۔ سازش کے بعد سازش، اور قتل عام کے بعد قتل عام، جاری ہو گیا، اور اسپین جنگ و جدل شروع ہو گئی۔ ہوتے تھے کہ لکھناور نئی قوم یعنی ملک کے نو مسلم باشندے بھی میدان میں

آچکے تھے، یہ خاص اُنڈیس کے رہنے والوں کی اولاد میں تھے، جنہوں نے ابتدائی حکمرانوں کی فیاضی دیکھ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ کل مذہب تبدیل کرنے والوں کی طرح انہیں عربوں سے زیادہ تعصب تھا، اور اپنے دورہ کرنا والے ملاؤں کے ذریعہ سے بے اطمینانی اور بنادوں کو پھیلا یا کرتے تھے۔ بے انتظامی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ بہت سے صوبے خود مختار بن گئے، اور علیحدہ علیحدہ بادشاہ مقرر ہو گئے۔

سیول (Seoul) یہ اسپین کے ایک صوبہ کا نام ہے) کے بادشاہ ابوججاج کا دہاوتشاہستان شان و شکوہ سے ہوا کرتا تھا، غیر ملکوں کے بادشاہوں کے میان میں بغیر حاضر رہا کرتے تھے، اور مدینہ اور بغداد سے تحائف پیشکش جایا کرتے تھے، اس کی فیاضی کا وہ شہر پھیلا، کہ قرطبہ کے شہزادوں جو اس کے دربار میں جا کر حاضر ہو گئے۔ غرض کہ اس طوائف الملوکی، اور چوڑے چوڑے سلاطین کے خود مختار، اور اپنی علیحدہ علیحدہ سلطنت قائم کرنے سے اہل قوت اتنی کم ہو گئی تھی، اور ضعف اتنا طاری ہو گیا تھا کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ مسلمان حکومت کا اختتام قریب آ پہنچا ہے۔ ڈاکٹروں کے گردہ ملک کو تباہ کئے دیتے تھے، اور مقتدر جراتوں کی بڑبڑ تھی کہ قرطبہ کے دروازہ تک لوٹ مار جاری تھی، اُس زمانہ کے ایک مصنف نے چشم و دید حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ ملک پر تباہی چھا رہی ہے، آفتوں کا سلسلہ ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا، لوٹ مار برابری ہے، بے بیان اور بچے غلامی میں کچھے چلے جاتے ہیں، ایسی روی حالت کے زمانہ میں عبدالرحمن ثالث قرطبہ کے تخت پر ۹۱۲ء میں یعنی قریب قریب پہلی فتح کے دو سو بیس سال بعد جلوس فرما ہوا اس بادشاہ کی جواہر دی اور استقلال نے یہ نتیجہ پیدا کر دیا کہ آخر کار ملک کو امان ملی اور وہ کل بغاوتیں جو ایک مدت سے پھیل رہی تھیں فرو ہو گئیں۔ یکے بعد دیگرے کل صوبہ جات فتح کر لئے گئے یہاں تک کہ آخر کار عبدالرحمن تمام ملک اسپین کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس بادشاہ نے آخر کار خلیفہ کا خطاب اختیار کیا، لیکن ان سے اغراض کے حاصل کرنے میں عبدالرحمن کو کبھی اُچرتی سپاہیوں سے کام لینا پڑا۔ اور سب میں سربراہ وہ وہ گروہ تھا، جو اس کی حفاظت جان کے لئے روئے ہوئے (Slave) یعنی غیر ملک کے خریدے ہوئے

غلاموں سے مرکب تھا۔ اندلس کی یہ حالت ہو گئی، کہ آخرتی سپاہیوں کے بغیر کام ہی نہ چل سکتا تھا، اس واسطے کہ قرطبہ کے خلیفہ کے دشمن اوسیکسکی رعایا میں سے تھے، اور اومین کے منتخب کئے ہوئے سپاہیوں پر یہ دوسہ نکلیا جاسکتا تھا۔ ملکی دشمنوں کے سوا عبدالرحمن کو بیرونی دشمنوں کا بھی خوف لگا ہوا تھا، شمالی افریقہ کے خلفاء ہمیشہ لڑنے بھڑنے پر تیار بیٹھے رہتے تھے۔ ادھر اسپین کے شمال میں ایک ایسے زبردست دشمن کی قوت بڑھتی چلی جاتی تھی جس سے مسلمانوں کے آفتاب سلطنت کے غروب ہونے، اور آخر کار اندلس سے نکالے جانے کا سامان تیار ہو رہا تھا، یہ عیسائی تھے۔ ان دشمنوں کا وجود مسلمانوں کی غفلت اور بے پروائی کا نتیجہ تھا۔ عیسائی حکومت اندلس سے نکالے گئے، تو اومین سے تھوڑے لوگوں نے ایشیوڈیا (Asturra) اور لیان (Leon) کے پہاڑوں میں پناہ لی تھی، انکے سرغنہ پلنگو (Pelaga) یا جیسا کہ متونیون میں بیان کیا گیا ہے پلیجی انی (Pelagius) کے ساتھ تیس آدمی اور دس عورتوں نے گوڈا کا لگا (Covadonga) کے غامین پناہ لی تھی۔ اس چھوٹے سے ٹکڑے کی عربوں نے اپنے غور سے کچھ پرواہ کی، اور نہ ضرورت سمجھی کہ انکو وہاں سے نکال دیں۔ ایک زمانہ کے بعد معرورین کے چھوٹے سے ٹکڑے بڑھتے بڑھتے ایک جنگلی گروہ ہو گئے، اور انکی دلوں میں نہایت جوش سے اپنے بزرگوں کی بربادی کا انتقام مسلمانوں سے لینے کی آرزو پیدا ہوئی۔ جسوقت عبدالرحمن ثالث تخت نشین ہوا، اس گروہ کی تعداد مسلمانوں کے لئے خطرناک ہو چکی تھی، انکے بادشاہ ارڈونڈ (Ordond II) ثانی نے صوبہ اندلس پر حملہ کیا، اور شہر بیجاڈا (Badajoz) سے جو قرطبہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے، خراج وصول کر کے لے لیا۔ انکے خلاف میں خلیفہ نے ہزات خود نو کشتی کی، اور ویل آف ریڈس (Val of Reeds) کے مقام پر شکست دی تھی عبدالرحمن نے اس فتح کے بعد خلیفہ کا خطاب اختیار کیا، اور اسی خطاب سے تیس سال اور حکومت کی، مگر قریب

اسکے چند برس بھی گزریں وہ عیسائی نژدہ جھکاؤ کو پر چکا ہے، پھر لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گیا، اور
 اونکے بادشاہ رابیرو (Raimiro) نے ۹۳۹ء میں عبدالرحمن کو اٹھانج دیا
 (Alvar de ga) کے مقام پر شدید شکست دی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر چاس
 ہزار مسلمان مارے گئے اور خلیفہ مدیچاس سواروں کے اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ عیسائیوں میں
 جو اندرونی فتنہ فساد تھا، اسکی وجہ سے وہ اس فتح کو پورے پورے طور پر کام میں نہ لاسکے، خلیفہ نے
 اس صلح کر لی اور فوراً (Navarre) کے بادشاہ کو اپنے یہاں ہمان بٹھرایا، اور
 اپنی فوج سے لیان کے جلاوطن کئے گئے بادشاہ کو اپنا تخت واپس لینے میں مدد دی۔ اس خلیفہ کے
 زمانہ میں مسلمانوں کی عظمت ملک اسپین میں اعلیٰ درجہ پر تھی۔ مٹلین پول (McLure Poole)
 کا بیان ہے کہ قطیب میں کبھی اتنی دولت اور ایسی سرسبز می پیشتر نہیں دیکھی گئی تھی، صوبہ اندلس کی زراعت
 کبھی ایسی ترقی کی حالت میں نہ تھی، قدرتی زرخیزی زمین کو انسانی ہزار ہمت نے کمال کو پہنچا دیا تھا،
 بے امنی کا نام و نشان باقی نہ تھا، قانون کی عزت اور مل پوری پورے طور پر کی جاتی تھی، شاہ
 قسطنطین، شاہ فرانس، جرمنی اور اطالیہ کے سفیر اسکے دربار میں حاضر ہا کرتے تھے۔ عبدالرحمن کا بیٹا بہت
 بڑا عالم تھا، مگر فن سپہ گری اور تدابیر مملکت سے بے بہرہ۔ اس میں کچھ شک نہیں، کہ علوم و فنون کو اسکے
 زمانہ میں بہت بڑی ترقی ہوئی، مگر نیا و تون کا انداد پورا پورا کبھی نہ کر سکا۔ اسکے مرنے کے بعد بعض واقعات
 ایسے پیش آئے جنکی وجہ سے یہاں بھی بعینہ وہی حالت ہو گئی، جو خلفا ابیاد کی تھی، چونکہ بادشاہ بہت ہی
 کم سن تھا، اسلئے کل انتظام مملکت اسکے وزیر المنصور کے سپرد ہو گیا، اُس نے توڑے عرصہ میں اپنے آپ کو
 دشاہ بنا کر خلیفہ کو بالاسے طاق رکھ دیا۔

حضرت خلیفہ زمانہ میں مڑا کیا کرتے تھے، اور وزیر بادشاہت۔ بہت شان و شوکت کی حکومت کے بعد
 پرنس ۹۷۸ء میں وفات پائی، اور اسکے بعد اسپین میں پھر وہی بدظمی شروع ہوئی۔ ۸۰ سال تک مختلف

سردار اور ظالم حاکم، ظلم اور فساد کرتے رہے، نت نئے خلیفہ، اور نت نئے بادشاہ پیدا ہوتے تھے۔
 سیلیور کی فوج جو شاہی تخت کی حفاظت کے لئے ابتداً نامور ہوئے تھے، اس نئے خلیفہ کو شطرنج کا فہمہ بہ
 بنالیا۔ عبدالرحمن کا بیٹا معہ اپنی ایک لڑکی کے مسجد کے ایک غلیظ خانے میں قید کر دیا گیا تھا، یہاں ان
 دونوں کو بے آب و اندر رکھا گیا، اس وقت امیر المؤمنین کے دلیں جو کچھ خواہش تھی وہ یہ تھی، کہ ایک ٹکڑا روٹی
 اور ایک چراغ میسر آسکے۔ اس بظنی سے عیسائیوں نے جب تک طاقت ہر روز بڑھتی جاتی تھی، بہت کچھ فائدہ
 اٹھایا۔ الفانزو (Alfonso) اسپوریا (Asturia) اور لیان (Leon) اور
 کیسٹیل (Castille) تینوں بادشاہوں کو اپنے زیر حکومت کر کے ایک فوج بھلہ لیکر اسپین کے
 جنوب میں جبل الطارق تک جا پہنچا، اور یہاں ہمدردین نہانے کی منت پوری کی۔ یہ حالت دیکھ کر
 اسپین کے مسلمانوں نے اپنے افریقہ کے ہم مذہبوں سے استمداد کی۔ مدد تو آئی، مگر بربر کی ایک قوم
 کی قوم آکر اسپین میں آباد ہو گئی، اور اگرچہ انکی مدد سے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا، مگر انوں نے
 خود ملک ہی پر قبضہ کر لیا۔ سترہویں جب یوسف کا انتقال ہوا، تو اسپین کا وہ حصہ جو مسلمانوں کے
 قبضہ میں تھا، افریقہ کی سلطنت کا ایک صوبہ بن گیا۔ اُسکے مرنے کے بعد بربر کے لوگ جو اسپین میں رہ گئے
 تھے، بالکل مطلق العنان ہو گئے۔ چھوٹے چھوٹے بادشاہوں، اور سرداروں نے کمرشی کر کے علیحدہ علیحدہ
 سلطنتیں قیام، قابض، غرناطہ، اور ولینشیا (Valencia) میں قیام کر لیں۔ مگر ہر ایک
 شخص ایسا پیدا ہوا، جس نے اسپین کے مسلمان صوبوں کو ایک سلطنت قرار دیکر امن و امان، شہنشاہ اس شخص کا
 نام عبداللہ بن تھامس تھا۔ مگر اب اس وقت میں وہ عظیم الشان اور آخری جنگ مسلمانوں اور عیسائیوں میں شروع ہوئی
 جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اسپین کے مسلمانوں کی سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا۔ بارہویں صدی کے آخر
 میں (۱۱۹۲ء) سینٹ (Cid) نے صوبہ ولینشیا کو فتح کر کے اپنے آپ کو بادشاہ قرار دیا، اسکے
 بعد تو مسلمانوں کی سلطنت اسپین کا نزال گویا بالکل قریب ہی آگیا۔ افریقہ کی سلطنت کے جو کچھ باقی بچا تھا

اسپین تو مدیون کا خاندان حکمران ہو گیا۔ اسپین میں جو مسلمان بادشاہ تھے ان میں باہم سخت عداوت اور دشمنی تھی، کل شہر یکے بعد دیگرے عیسائیوں نے فتح کر لئے اور مدیون کو اسپین سے نکال باہر کیا۔ آخر ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کی زیر حکومت اسپین کے جزیرہ نما کا ایک صوبہ غرناطہ باقی رہ گیا تھا، اور اس کا بھی انجام بہت ہی قریب تھا۔ اس ذرا سے صوبے میں بھی جھگڑے اور فساد پھیلے ہوئے تھے۔ آخر آپس کے نا اتفاقی کی وجہ سے یہ صوبہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا، اور ۱۴۹۲ء میں آٹھ سو برس کی اسلامی سلطنت کے بعد آخر مسلمان بادشاہ ابو عبد اللہ غرناطہ سے سدا ہوا اور کنبیان فرطونی نے *Ferdinand* کے حوالہ کر کے اپنے شہر پر ایک حسرت کی نگاہ ڈالی، اور جلا وطن ہوا، اس مقام کو اب تک اخیرہ طور کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ وہ اخیر آہ تھی جس کے ساتھ مسلمانوں کی سلطنت کا اسپین میں خاتمہ ہو گیا۔

اس وقت جب مسلمان اسپین سے نکالے جا رہے تھے، اور جب بغداد کی سلطنت کو زوال آ گیا تھا، ترکی میں مسلمانوں کی ایک سلطنت تیار ہوئی جو آج تک موجود ہے۔ عثمانی ترکوں کی تاریخ، دنیا کی تاریخوں میں سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے، اور اس میں بھی وہ صفات موجود ہیں جو دوسری اسلامی سلطنتوں میں موجود تھیں۔ شروع میں انکی فتح چاروں طرف ہونے لگی، انکی فوجیں اپنے دشمنوں پر ایسی فتح پاتی تھیں کہ گویا یہ خیال ہوتا تھا کہ تمام دنیا انکے قدموں کے نیچے آ جاوے گی۔ ترکوں میں بہت سے اسباب ترقی کے روکنے والے موجود تھے۔ وہ اپنی کاسیابی کے گھنٹہ میں دوسروں کے کچھ سیکھتے نہ تھے، اور دوسرے ملکیوں جو لگاتار دماغی ترقیاں ہو رہی تھیں، ان سے کچھ فائدہ اٹھانا اپنی شان کے خلاف تصور کرتے تھے، ان میں پُرانا جوش نافرمانی اور صد کا قیام تھا، جس سے بہت سے خونخوار معاملات انتقام کے واقع ہوئے۔ سولہویں صدی کی وسط میں سلطان سلیمان المشہور بحالیشان کے عہد میں ترکی سلطنت عروج پر پہنچ چکی تھی، فرانس اور انگلستان ان سے دوستی کے خواہشمند رہا کرتے تھے، انکی عظمت عیسائی بادشاہوں کے دلوں میں میاں تک

سمائی ہوئی تھی، کہ خود شاہنشاہ جرنی سلطان کے وزیر اعظم کے بھائی بننے کی آرزو رکھتا تھا، گویا وہ اپنا رتیبہ سلطان کے وزیر کے برابر سمجھتا تھا۔ یورپ کی تمام قومیں ترکوں سے ڈرتی تھیں، اور ایک وقت یہ معلوم ہوتا تھا، کہ انکی قوت کے پھیلنے کے لئے کوئی چیز مارج نہوگی اور ہلال بدر ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ لیکن سلیمان کے مرتے ہی سلطنت میں زوال شروع ہوا، جو آج تک چلا جا رہا ہے۔ اس قریب دو سو سال کے عرصہ میں کوئی ایسا دس سال کا زمانہ خالی نہ گیا ہوگا، جس میں ترکی فوج کو شکست پر شکست ہوئی ہو، اور صوبے پر صوبے انکی حکومت سے نکل گئے ہوں۔ قریب دو سو سال سے اس سلطنت کو سکیمن (Suckman) لکھتے ہیں اور اسکی نسبت یہ پیشین گوئی ان میں کہ وہ جلد فنا ہو جائیگی۔ لیکن جمہور آدمی ابھی تک نہیں مراء اور اخیر زور دہی لڑائی میں اُسے دکھلایا ہے، کہ ابھی تک اُس قوم میں جیسی جان موجود ہے۔ جو ترقی ہوئی ہے وہ اُس تمدن کا نتیجہ ہے، جو اس صدی کے شروع میں سلطان محمود نے جاری کی تھی۔ اُسے دیکھا کہ ترکی کی سلطنت کا وجود ان اصلاحوں کے جاری کرنے پر منحصر ہے، جو انکی چاروں طرف ہو رہی ہیں۔ آخر کار فوج میں اصلاح ہوئی، فوجی تعلیم و تربیت کو ترقی دینی، اور نئے ایجاد کئے ہوئے ہتھیار کا مین لائے گئے اپنی عادتوں میں تبدیل کرنا، ترک لوگ اس قدر کراہت کی نظر سے دیکھتے تھے، کہ یہ بات انکی تالیخ میں منسوخ ہو گئی ہے، یہاں تک کہ سلیم اول کے زمانہ میں، یعنی سولہویں صدی کے شروع میں مصر میں فوج نے توپوں کے استعمال کرنے سے انکار کیا، کیونکہ اُسکے غلط خیال میں یہ تشبہ بالکفار تھا۔ اگرچہ اور قوموں نے نہایت کر دیا کہ صرف تو اعداد ان فوج لڑائی میں زیادہ کارگر ہو سکتی ہے، لیکن ترک لوگوں نے ہر قسم کی تعلیم پانے سے انکار کیا۔ بشوئر ٹوٹوڈ (Chevalier Folard) مشہور فرانسیسی مورخ نے یہ بیان کیا ہے، کہ اٹھارویں صدی کے شروع میں جو ترکوں کی فوج کو شکست ہوئی، اُسکی وجہ یہ تھی کہ اُنہوں نے اون نئے ہتھیار کو لڑائی میں استعمال نہیں کیا۔ ایڈورڈ کریسی (Sir Edward Creasy) کی رائے میں سنگیوں سے عیسائیوں کو مسلمانوں پر فتح ہوئی۔ جب صدی گزشتہ کے آخر میں سلطان نے

یا توپ خانہ فرانسیسی قاعدہ پر تیار کرنے کا ارادہ کیا (توجہ دینی زری) (Janussary) ایک فوج تھی جسکو ترکی میں نیگسچری کہتے تھے) نے طاقان ہتھیاروں کے اختیار کرنے اور فرانسیسی قواعدا کو سیکھنے سے انکار کیا، مگر آخر کار جو اصرار ہمہ محمود نے اس صدی کے چیلے پچیس برس میں جاری کی سختیں، وہ بجز مراد کی گئیں۔

نیگسچری کی قوت ٹوٹنے، اور پرنس قاعدوں اور خیالات کے مٹانے میں بہت بڑی خونریزیاں ہوئی ہیں یہ ممالک آئندہ کے لئے غور طلب ہے کہ آیا جو صلاحیتیں اس زمانہ سے جاری ہوئی ہیں وہ ترکی سلطنت کو بہتر کر دینے کے لئے کافی ہوں گی یا نہیں، اکثر یورپین دانشمندوں کی یہ رائے ہے کہ وہ صلاحیتیں کسی مردہ پھلی کا امتحان کرنے سے زیادہ ہوتی ہیں، اور بعض یہ خیال کرتے ہیں، کہ محمود کی اور اس کے جانشین سلطنتوں کی جاری کی ہوئی اصلاحوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ رقی باقی رہ گئے تھے اسکو زور کرنے سے سلطنت کو زوال پہنچا اور نئی زندگی نہ پڑی۔ اگرچہ میری یہ رائے نہیں ہے، مگر اس میں کچھ شبہ نہیں کہ سلیمان کے زمانہ سے اس صدی کے آغاز تک جب کہ دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے، ترکوں کی سلطنت حالت سکون پر رہی، اور دوسری یورپین قومیں بڑی جلد جلد ترقی کرتی رہیں۔ جو قوم کہ حالت سکون پر رہی، اسکو ضرور زوال ہوگا۔ ترکی کی موجودہ زندگی کچھ اسکی ذاتی قوت کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس مدد کی وجہ سے ہے جو یورپ کی مغربی قومیں اسکو دیتی ہیں، اور انکا باہمی حسد، ترکوں کے اس بھولے باغ کا، جو کہ یورپ میں رہ گیا ہے، محافظ ہے، ورنہ وہ بھی کب کا مٹ گیا ہوتا، اور یورپ میں اسلام کا۔ نام کے سوا کچھ شان نہ رہتا۔

چونکہ آپ صاحبو نہیں سے اکثر لوگ مسلمانوں کی ہندوستان کی سلطنت کی تاریخ سے بخوبی واقف ہیں، اسلئے میرا یہ ارادہ نہیں کہ میں اسکو تفصیل سے بیان کروں۔ ابتدائیں مسلمانوں نے ہندوستان پر جو حملہ کئے تھے کوئی دوا می فائدہ حاصل نہوا، نہ ایک مستقل سلطنت جسکی حکومت سارے ہندوستان پر ہوتی

قائم ہوئی، البتہ خاندان تیموریہ کے زمانہ سے بیشک مستقل سلطنت کے اتنا نمایاں ہوئے، گو تیمور نے
 بھی محمود غزنوی کی طرح چڑھائی کر کے ملک کو فتح کیا، مگر اس نے ہندوستان کو اپنا گھر نہ بنایا، اور یہاں قائم
 اختیار نہ کیا، جو کچھ پایادہ لے دے کر چلے گیا۔ بابر کے زمانہ سے ہندوستان کی باضابطہ سلطنت اور شاہی
 خاندان قائم ہوا، مگر بابر بھی ہمیشہ اپنا وطن بلوچ چھوڑنے کا فرس کرتا رہا۔ خاندان تیموریہ کے سلاطین
 میں مسلمانوں نے بہت جلد ترقی کی، چاروں طرف حملے شروع ہو گئے، اور ہندو راجاؤں کو دکن کی طرف
 دباتے ہوئے چلے گئے، اور مناسب موقعوں پر، انکی سرکشیان روکنے لئے، چھوٹی چھوٹی ماتحت حکومتیں
 قائم کیں۔ مغلوں کی سلطنت اکبر کے زمانہ میں عروج پر پہنچ گئی، عقل و دانش، استقلال اور بے تعصبی میں
 اس بادشاہ کی کسی تالیخ میں نظیر نہیں پائی جاتی، ہندو راجاؤں سے اس قسم کی محبت پیدا کرنا، کہ اس کے برے
 اور بھلے میں شرک رہیں، اویسی کام تھا، معزز سے معزز راجپوت راجاؤں نے اس بادشاہ کے ساتھ
 اپنی بیٹیاں بیاہ دی تھیں۔ اکبر کو معلوم ہو چکا تھا کہ ہندوؤں میں انتظام کی بہت بڑی قابلیت ہے،
 اسلئے اس نے ان لوگوں کو ملک بشادہ پیشانی سلطنت کے اندر دینی انتظام میں پورا دخل دیا، خزانہ اور مالگزاری
 کا کھل انتظام انہیں لوگوں کے سپرد تھا، اور یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں ہے، کہ ان دونوں صیغوں کا انتظام
 کسی اور بادشاہ کے زمانہ میں اس سے بہتر نہ تھا۔ اسمین کوئی کلام نہیں کہ ہندوستان میں اکبر کے دربار
 سے زیادہ کسی بادشاہ کا دربار اس شان و شکوہ کا نہ تھا۔ تمام دنیا اور تمام مذہبوں کے علمائے دربار
 ٹوٹ پڑے تھے، اور ہر مذہب اور ہر قوم کے لوگوں کے ساتھ ایک ہی طرح کا برتاؤ ہوتا تھا۔ یہ کہنا کہ ہندوستان
 کی کیا حالت ہوتی، اگر اکبر کے چند جانشین اسکی پالیسی پر چلے ہوتے، ہشکل ہے، مگر اسمین تو کچھ شک نہیں
 کہ سلطنت نہایت مستحکم بنیاد پر قائم ہو جاتی، اور یہ بھی بہت فرین قیاس ہے، کہ ایک عرصہ کے بعد
 ہندوستان کی کل آبادی ہمالیہ سے لیکر اس کماری تک ایک قوم ہو جاتی، اور ایک ہی مذہب اختیار کرتی،
 گو یہ کہنا دشوار ہے کہ کونسا مذہب اختیار کیا جاتا۔ مگر اکبر کے جانشین اس کے طریق اور اصول کے پابند نہ

فساد کی قوتیں اپنا کام شروع کر چکیں تھیں۔ اور زوال کا عمل آغاز ہو چکا تھا، صوبہ جات میں رقابتوں کا زور قائم ہو چکا تھا، اور آپس ہی کے لڑائی جھگڑوں پر گفتگو کی جاتی تھی، بلکہ اسیات میں بھی کوشش کی جاتی تھی، کہ شاہنشاہی حکومت کی اطاعت سے سبکدوشی حاصل کر لیا جائے۔ مگر سب سے زیادہ نصیبی کی بات یہ تھی کہ خود شاہی خاندان میں نفاق کے قدم اچکے تھے۔ شاہزادے ایک دوسرے کے خلاف میں سازشوں میں مصروف تھے اور حکومتوں کے حاصل کرنے میں برادر کشی اور پدر کشی تک درپیش نکلیا گیا۔ اورنگ زیب کی سلطنت کے زمانہ میں، جسکی مدت پچاس سال سے زیادہ تھی، اور جسے اپنی بے نظیر ریاست اور مشہور قابلیت اور حیرت انگیز محنت اور بہادری سے اپنی سلطنت کو ایسی وسعت دی تھی، جو کسی پچھلے زمانہ میں کسی شاہنشاہ کو نصیب نہیں ہوئی، زوال کے آثار شروع ہو چکے تھے۔ اورنگ زیب کی سختیوں اور تعصب کی بدولت، مرہٹے، ڈاکون سے بڑھتے بڑھتے ایک قوم بن گئے، اور اس سلطنت مغلیہ پر صدر ہو چکا کیلے لایق ہو گئے تھے۔ اگرچہ اوکی دانائی اور بہادری سے کل صوبہ جات کیے بعد دیگرے فتح کر لئے گئے، مگر جو صوبہ دار مقرر ہوتا وہ خود مختار ہو جانے کی کوشش کرتا، اور اس کے بیٹے بغاوت کا علم لے کر کرنے کے لئے ہمیشہ آمادہ، اور اس کے لئے سازشیں کرتے رہتے جس سے نہ صرف اسے اپنے بیٹوں کے ساتھ سختی کرنے، اور زنجیروں میں جکڑنے کی ضرورت ہوتی، بلکہ شاہزادیوں پر بھی کھلم کھلا غضب سلطانی نازل کرنے پر مجبور ہوتا۔

گو اس کے جیتے جی اسکی سلطنت تمام جزیرہ نامین قائم رہی، مگر اورنگ زیب کی مرنے کے ساتھ ہی فتنہ و فساد کی لگ جی جسکو وہ خود پیش روک سکا تھا، ایک دم سے پھٹک اٹھی۔ اس کے بیٹے اور پوتے آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ یہاں تو یہ جھگڑے قصے ہو رہے تھے، اور وہ صوبہ جات کے صوبہ داروں اور ہندو راجاؤں نے اپنے اپنے خود مختاری کے علم بلند کئے۔ سلطنت کے حاصل کرنے کے لئے جھگڑے پیدا ہوئے تھے، جسکی دفع ہونے کی اس سلطنت کا ایک چھوٹا سا خطرہ ابھرتا رہ گیا۔ جنوب میں ارکاٹ کے نواب نے

خود مختاری اختیار کر لی، حیدرآباد میں آصف جاہ نے ایک خود مختار سلطنت قائم کی، جو آج تک خدا کی مہربانی سے موجود ہے لکھنؤ کی بادشاہت خلیج بنگال تک پہنچ گئی، اور مغرب میں مرہٹوں کی سلطنت پوربہ سے آہمیر تک قائم ہو گئی اور ان کی ذہین تجویر سے بنگال تک پھیل گئیں، اور کل صوبوں سے خراج لینا شروع کر دیا۔ ان سب خود مختار درمیان شہنشاہ دہلی کی یہ حالت تھی کہ گویا ایک کاٹھ کا پتلا ہی جس کی حکومت اسکے محل کے چار دیواری کے اندر محدود تھی۔ مرہٹے، مغل، اور افغانوں نے اپنے سرداروں کی زیر حکومت مختلف اوقات پر دہلی پر قبضہ کر لیا، اور جو ایاز خانہ لیا، اور چل دیا۔ آخر کا جب غلام قادر نے دہلی پر قبضہ کیا، اور شہزادیوں سے سخت بی رحمیوں اور شہزادوں کے بڑاؤ کے بعد بھی کچھ ہاتھ نہ لگا، تو اس نے یہ کیا، کہ خزانے کے صندوق خالی دیکھ کر بوڑھے شہنشاہ کو زمین پر دے مارا اور اپنے خنجر سے اس کی آنکھیں نیچل گئیں۔ خدراور بناوت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی، اور اگر ایک اور جدید غیر متوقع اور عجیب سبب نہ پیدا ہو جاتا، تو غالباً سب سے پہلے دہلی میں قائم ہو جاتی، اور مسلمان شہنشاہ کی جگہ ہندو مہاراجہ حکومت کرتا۔ ہندوستان میں جو ہمارا وجود قائم ہے، وہ انگریزی مداخلت کی وجہ سے ہی۔ ہندو اور مسلمانوں کی تعداد میں سات اور ایک کی نسبت ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں پر سخت ظلم ہوتا اور ان کا مذہب توڑ دیا جاتا جس طرح سے کہ سکھوں کے زیر حکومت پنجاب میں مسلمانوں پر سخت ظلم و تعدی ہوئی، اس طرح تمام ہندوستان میں ان پر ظہر و ظلم ہوتا، اور ان کا ہندوستان میں مسلمانوں اور اسلام کے نشانات ہی باقی رہ جاتے۔ مگر تقدیر نے تو ادنیٰ کچھ لکھ رکھا تھا، اس صدی کے اوائل میں انگریزوں نے مرہٹوں کو بالکل توڑ دیا، اور ہندوستان کی سلطنت ان کے قبضہ میں چلی گئی، اور اگرچہ حکومت ہر لوگوں کے ہاتھ میں باقی نہ رہی، مگر ہمارا وجود اور ہمارا مذہب تو باقی رہ گیا۔

گزشتہ صدی کے آخرین علاوہ شہنشاہ دہلی کے، تین اور چھوٹی ریاستیں مسلمانوں کی ہندوستان میں قائم تھیں۔ کرناٹک، حیدرآباد، اور اودھ۔ کرناٹک تو تھوڑے عرصہ کے بعد کا انگراں کے

و فیض خواہنگئے اور انکا صوبہ انگریزی ملک میں شریک ہو گیا، اور وہاں سے تمام انارسلطنت اسلام کے خصلت ہوئے۔ اس حالت کو حفظانوسے برس ہوئے ہیں، مگر مسلمانوں کی جو حالت مدراس میں ابتر ہے، وہ کسی قوم کی تمام دنیا میں انگو میں اپنے ذاتی تجربہ سے، جو اس صوبہ کے مسلمانوں کی نسبت ہے، کہہ سکتا ہوں، کہ بچا مدراس کے مسلمان درحقیقت سخت افلاس میں گرفتار ہیں، خاندان کے خاندان تباہ اور برباد ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، جو لوگ پچاس برس اول مدراس کی زینت، اور اسکی عزت بڑھانے والے تھے، انکی اولاد آج ذلت و خواری سے دردمزاری پھرتی ہے۔ اور وہ کی سلطنت بھی نیست نابود ہو چکی، اس چڑائی سلطنت کی تباہی پر چٹنا انھوں نے کیا جائے، سچا ہے، مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ آخری بادشاہوں کی بے عنوانی، بد نظمیان، اور ظلم اس قدر بڑھ گئی تھی، کہ انگریزی مداخلت لازمی اور ضروری ہو گئی تھی۔ اس سلطنت کے جاتے رہنے سے رہے سہے مسلمان ہندوستان کے شمالی حصے کے تباہ اور مفلس ہو گئے، اور اسے آخری بادشاہ کی انفس و ناک موت سے مسلمان بادشاہی کا نام بھی ہندوستان سے جاتا ہوا خستہ خان اٹھی اللہ کی لایموت و سیدک ہ الملک و الملکوت حیدرآباد کی ریاست خدا کے فضل و کرم سے باقی ہے، اور یہاں کے مسلمانوں کی حالت تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت سے بہتر ہے، دولت اور حکومت انکے ہاتھ میں ہے، امارت اور ثروت کے نشان ہر جگہ نظر آتے ہیں، یہی وہ ٹکڑا ہے جو اب سارے ہندوستان کے مسلمان کا ملجھاؤ ہوا ہے۔

جس طرح مسلمانوں کی ملکی رقیان حیرت انگیز ہیں، انکی علمی اور تمدنی رقیان ان سے کچھ کم تعجب نہیں ہیں وہ جو نہ ہونے نہیں پیدا کر دیا تھا، قانون قدرت کے مطابق اسکا یہی مقتضاتھا، جو وقوع میں آیا، یعنی تمام انکی اندرونی قوتیں ہرجان میں آگئیں، اور انکی ترقی کو خواہ کیلئے تھی یا علمی اور تمدنی، جس وقت تک وہ جو ش قایم رہا، کوئی چیز نہ روک سکی۔ اول اول مسلمانوں نے قرآن کو جمع کیا، پھر اسکے معانی حل کرنے اور سمجھنے پر متوجہ ہوئے، اور جس طرح سے ہندوستان میں تمام علوم کی ابتدا وید کے معانی کی تشریح

کی ضرورت سے ہوئی، اُسی ضرورت سے صرف دینو، معنی بیان، عروض و قوافی، اور کُل علوم جنگی اور زبان کا سمجھنا اور اُسکی باریک دیکھ کا جاننا، موقوف ہے، مسلمانوں نے ایجاد کئے۔ اُسکے بعد احادیث نبوی کے جمع کرنے، اور علوم دینی کی تدوین پر توجہ ہوئے، اور اذکوال کے درجہ پر پہنچایا۔ خلفاء بنی اُمیہ کے وقت میں لٹریچر میں بہت ترقی ہوئی۔ علم موسیقی کی بنیاد یثانی کے وقت میں پڑی، شاہزادہ خالد نے علم کیمیا میں نام حاصل کیا، تعمیر کے فن میں ترقی شروع ہوئی، دمشق میں سب سے اُمیہ بنائی گئی، اور کئی ایک نئے شہر تیار ہوئے۔ اسلام کی پہلی صدی تمام ہوتے ہوئے نہ فقط علوم کی مضبوط بنیاد قائم ہو گئی، بلکہ پانچ بہت بڑے، اور متعدد چھوٹے چھوٹے شہر اور کئی عالیشان مسیحی بن تعمیر ہو گئے، خلفاء بنی عباس کے وقت میں فلسفہ اور حکمت میں بے انتہا ترقی ہوئی۔ تیسری صدی تک خلفاء عباسیہ کی خلافت میں مسلمانوں نے اتنی علمی اور عملی ترقیاں کیں، کہ نہ فقط خود خلفاء و علم دوست تھے، بلکہ اُنکے وزرا اور اُمراء دولت میں سے ہر ایک علم اور عالمیوں کی قدر و منزلت کرنے، اور علمی کتابوں کے جمع کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتا تھا، اور تمام ممالک اسلام کے اہل کمال کا، خواہ وہ سلمان ہوں یا یہود یا نصاریٰ، مرجع و ماوِادِ الخلافت بن جاتا تھا۔ جس وقت تیسری صدی کے آخر میں خلافت کی قوت گھٹ گئی، اور چھوٹی چھوٹی سلطنت جوازخراسان اور دوسری ممالک اسلام میں قائم ہو گئیں، تو ایک مدت دراز تک ہر ایک ریاست انہیں سے بجائے خود ایک سرخ فیض لگتی۔ اور انہیں سے ہر ایک میں علماء اور فضلاء اور حکماء اسلام کثرت سے پیدا ہوئے، اور اُنکی تصانیف تمام اسلامی ملکوں میں شایع ہوئیں۔ مسلمانوں کے ہر قسم کے علوم میں ترقی، اور اُنکی کثرت تصانیف کا تھوڑا سا اندازہ ہاکمرچنگ تال کی تاریخ سے ہو سکتا ہے۔ یہ ایک نہایت نامور جرمن کا عالم ہے، اُسنے ایک کتاب مسلمانوں کے ذکریں سات نہایت ضخیم جلدوں میں لکھی ہے، جسکے صفحوں کی تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے، وہ بھی ابتداء اسلام سے خلیفہ کتفی یا مرسکی خلافت کے دسویں سال یعنی ۶۵۶ء ہجری تک۔ اس کتاب کے دیباچہ میں مصنف نے ایک فہرست اُن عرب

کی کتب تواریخ و رجال کی دج کی سہے جو اس کا مآخذ ہیں۔ اس نہر میں ۵۰ کتابیں ہیں، جن میں سے
 بہتیرہ اسکے نام تک ہم لوگوں نے نہیں سنے۔ ایک اور جوئے نے اسپین کے مسلمانوں کی علم و تہذیب کی
 ترقی کا حال لکھا ہے، جس میں وہ بیان کرتا ہے، کہ اسپین میں جو ترقی لٹریچر، علم اور شاعری میں مسلمانوں نے
 کی تھی اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کے دماغ اور اوکاٹسٹ (Talus) (یعنی علمی ذوق) نے
 نہایت ہی نازک و پاکیزہ تھا، اور ان تہذیب کا وہ جوش تھا اور جو صرف مہذب اور شائستہ اور نہایت تربیت یافتہ
 قوم میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کے ظالم سے ظالم اور خون سے خون بادشاہ میں بھی لٹریچر کا مادہ پایا جاتا
 تھا، جو شخص لطیفوں اور فصاحت اور بلاغت اور خوش تقریری اور خوش بیانی کے کم سے کم قدر رکھتا تھا
 نہ رکھتا تھا وہ حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ علم و سستی اور دیگر اعلیٰ درجہ کے علوم سے یہ عالی دماغ
 اور روشن ضمیر مسلمان گویا قدرتی طور پر مناسبت رکھتے تھے، اور ان میں وہ دقیقہ منجی اور لٹریچر کی نزاکت پائی
 جاتی تھی، جو فی الحال فریج لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بقول اس سرخ کے اسپین میں نہ صرف مذہبی حکیم اور
 ڈاکٹر ہوا کرتے بلکہ عورتیں بھی ایسی عالمہ ہوتیں، کہ وہ قلعہ میں لائی ڈاکٹر کا ہونا کوئی عجیب بات نہ تھی۔
 ہند، ہیئت، تاریخ، فلسفہ، علم نباتات، علم حیوانات، غرض کہ علم کی ہر شاخ کی پوری پوری تعلیم اسپین میں
 ہوتی تھی۔ لٹریچر کی ترقی کی نسبت یہ کہنا کہ یورپ میں کسی زمانہ میں ایسی ترقی ہوئی تھی، کچھ تعریف نہیں ہے۔
 مسلمانوں نے اس قدر اس علم کو بڑایا تھا کہ شاعری ہر شخص کی گویا زبان مادری ہو گئی تھی، اور ہر درجہ کے
 لوگ ایسے لطیف و پاکیزہ اشعار لکھتے، اور ایسی فصیح و بلیغ تقریریں کرتے کہ ان میں ایمان کی سچائی کی
 تصویر نظر آتی۔ صنعت و حرفت کی یہ ترقی تھی، کہ ہر شہر میں اسکے عمدہ آثار نظر آتے، عالیشان، بلند، مستحکم
 اور خوش نما عمارتیں چاروں طرف نظر آتیں۔ سنگ مرمر کے محل، خوبصورت باغ، خوشنما فوارے، عالیشان
 مسجدیں، شہر قلعہ میں ایسی تھیں، کہ جنگ کے سلسلے میں فرانس اور جرمن کے شاہی محل صہیل کے برابر تھے۔
 محلات شاہی میں صنعت ایک جھاڑیسا تھا جس میں شاہ سوچا زمین روشن ہوتی تھیں، امیر علیہ رحمہم نے

ایک باغ بنایا تھا جہین ایک ایسا مکان تھا جو بارہ سو ستون پر قائم تھا۔ امیر عبدالرحمن سوم نے ہنر کو بہت ترقی دی، جہین سے کاریگر بلائے، جو کہ ریشم اور سوتی کام مسلمانوں کو سکھاتے تھے، اور ہر ایک قسم کے صنایع وہاں موجود تھے۔ ریشم اور حریر کے کارخانے اتنی کثرت سے تھے، کہ صرف قرطبہ میں ایک لاکھ تیس ہزار اُسکے بنانے والے تھے۔ المیریا کے ریشمی کپڑے اور تالین آج تک یورپ میں مشہور ہیں۔ سٹی کے بڑوں پر سونے اور چاندی کا چمکار رنگ مہر کا کے بزیرہین مسلمان ہی کرتے تھے۔ جہیز سے اٹلی کے گلی برتوگنا نام میچو لیکار گیا ہے۔ المیریا میں شیشے اور تیل اور لوہے کے ظروف ایسے خوشنما بنتے تھے جو بجاوٹ اور مکانوں کی آرائش میں کام میں لائے جاتے تھے، اب تک ہاتھی دانت کے نازک نقش و نگار کے عمدہ نمونے موجود ہیں، جن پر قرطبہ کے دربار کے بڑے بڑے مسلمان امیروں کے نام کندہ ہیں۔ زیورین کی تیاری میں نہایت نزاکت اور خوبصورتی اور ہنر برتا جاتا تھا، جہیز و ناک کے کتھنڈیل کی قربانگاہ میں اب تک ایک دلچسپ یا دکا دروس زمانہ کا محفوظ ہے، یعنی چاندی کا ایک ڈیجہر سپر سہر کام اور موتی بڑے ہوئے ہیں اور خلیفہ حکم کے حق میں دعا میں کندہ کی ہوئی ہیں۔ اسی محقق مورخ نے جن چیزوں کا تفصیلی بیان کیا ہے اولن سب کو چھوڑ کر اسکا یہ فقرہ میں آپ کو سناتا ہوں، وہ لکھتا ہے کہ ”وصفت و حرفت، علم و ہنر اور عموماً سب قسم کی سویلریشن دو مین قرطبہ مسلمانوں کے زمانہ میں دنیا کا سب سے زیادہ چمکارا تھا تھا“ ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے، کہ علوم و فنون کی ترقی نے وہاں مذہبی تعصب کو اتنا دبا دیا تھا کہ اس زمانہ میں اور بہترین نہیں ہو سکتا۔ عیسائی سیودی اور مسلمان ایک ہی قسم کے خیالات رکھتے ایک ہی زبان بولتے، ایک ہی راگ گاتے، ایک ہی طرح کے شعر و سخن سے اپنا دل خوش کرتے۔ ایسی دوستی، ایسا اتحاد اور علم کا ایسا شوق ہرگز نہ تھا اگر مسلمانوں کے مذہبی تعصب کی نسبت جو عام رائے دی جاتی ہے وہ صحیح ہوتی۔ اسپین کے شمال میں مسلمانوں کے علوم و فنون کی شہرت پھیلی ہوئی تھی، اور وہاں مشوق سے عربی کتابیں پڑھی جاتی تھیں۔ فرانس و جرمن اور انگلستان کے لوگوں کو مسلمانوں ہی کے سب سے سواری کا شوق پیدا

ہوا، اور وہ عرب کے گھوڑوں کے شایق ہوئے، اس زمانہ سے پہلے یورپ میں گھوڑوں کا استعمال کم تھا۔ ان ملکوں میں شکار کا شوق بھی مسلمانوں سے پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں یورپ کے عالم شاعر جب تک چند عربوں کے لئے قوطبہ کے سیر کر لیتے، وہ مسلم الثبوت عالم یا شاعر نہ ٹھہرتے۔ ڈاکٹر جانسن کو اگرچہ انگریزی میں اول لغت لکھنے کی عزت حاصل ہے، مگر مسلمان مصنف لغت کے بہت پہلے اُس سے ہو چکے ہیں۔

ان میں ایک لغت کی کتاب ساٹھ جلدوں میں ہے، جس کے ہر لفظ کے معنی اور اخاور سے، علما، اور شعرا کے فقرات اور اشعار کی سند سے بیان کئے گئے ہیں۔ عربی میں پوری سلاکو پٹیہ یا بھی وجود تھی۔

غزالیہ کے حسن بن عبداللہ نے ہسٹاریکل ڈکشنری آف سائنسز بھی لکھی تھی۔ مسلمان شاعر کچھ موجود ہیں، انہوں نے نظم کی بحرین ایجاد کیں، اسکا اثر عیسائیوں پر بھی ہوا، جو کہ اُس زمانہ کے یورپ کے مذہبی اشعار کے سبب دلچسپ غزلیں اور عشقیہ کہانیاں نظم میں لکھنے لگے، فرانس اور اٹلی اور سسلی میں شاعری کا شوق مسلمانوں ہی کے سبب سے پیدا ہوا، مورخین تو مسلمانوں میں اس کثرت سے ہوئے ہیں، جس کثرت سے شاعر تاریخ کے ساتھ ہی اسٹیکس (Statists) بھی جاری تھے، مردم شماری اور آمدنی و خرچ کی تفصیل، تجارت کا حال اور اسی قسم کی چیزیں کتابوں میں درج کی جاتی تھیں۔

اس زمانہ میں مسافر و سیاح بھی بہت نظر آتے تھے، جو کہ صرف علم کی ترقی دینے کے لئے مختلف ملکوں کی سپر کرتے پھرتے، اور اودان ملکوں کے حالات قلمبند کرتے، اور سفر نامے لکھتے، اکثر یورپ سے لوگ آتے، اور مسلمانی مدرسوں سے علم حاصل کرتے۔ جریش نامی ایک شخص قوطبہ سے علوم سیکھ کر جب اپنے ملک کو واپس گیا تو اس نے فرانس کے کنارے ایک اپنا مدرسہ قائم کیا۔ ڈیلا پر صاحب لکھتے ہیں کہ آنجل کے یورپ کے عالم اور حکیم اور بہت دان چاہتے ہیں کہ اپنی بزرگی قائم کریں، اور اصلی عالموں کو اندھیرے میں چھوڑ دیں، لیکن اوہی کوشش انصاف کی نظر میں بالکل حقیر ہوتی ہے۔ یورپ کے عیسائی عالموں کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ان کے علم کی بنیاد اودان عربوں نے ڈالی، جسکو وہ خوشی

اور نامہ مذکور کہتے ہیں، عربوں نے اپنا نام آسمان کے ستاروں پر لکھ رکھا ہے، یعنی آجکل کی ہنریت
 دانوں کو اکثر عربی نام استعمال کرنا پڑتے ہیں، انہوں نے علوم ہی کی طرف توجہ نہیں کی، بلکہ وہ روزمرہ کی
 زندگی کے بکار آمد چیزوں میں بہت کچھ متوجہ ہوئے، انہوں نے زراعت کو بہت بڑا یا، زراعت کے لئے
 قانون مقرر کئے، جانوروں کی نسل بڑھائی، گھوڑوں اور بھڑوں میں ترقی دینے کے ذریعے پیدا کئے،
 چاول، نیشکر، روئی کا استعمال انہیں لوگوں نے ہموں سے کیا، بارغ کے پوسے، انکا استعمال، انکی ترقی
 سہنے انہیں لوگوں سے کی، رشیم کی پیدائش، اور اس سے عمدہ کپڑا بنائی ترکیب ہموں میں سے معلوم
 ہی نہ تھی، انہیں کی برون ہموں سے معلوم، انہوں نے بارود اور بندوق بھی ایجاد کی جو بندوق وہ
 استعمال کرتے تھے، ڈھلے ہوئے لوہے کی ہوتی تھی۔ تجارت کی اونکے زمانہ میں اتنی ترقی تھی کہ صرف
 عبدالرحمن سوم کے خزانہ میں ۵۰ لاکھ درم کی آمد تھی، اتنی بڑی رقم اس زمانہ میں کہی زراعت یا رعایا
 بظلم وصول نہو سکتی تھی، صرف اس پین کی آمدنی اس زمانہ کے تمام عیسائی بادشاہوں کی آمدنی سے
 زیادہ تھی۔ آجکل کے مصنف، عربوں کی تعلیم میں بہت غلطیاں نکالتے ہیں، لیکن انکو خیال رکھنا چاہیے
 کہ کسی قوم کی علمی ترقی اس زمانہ کے حالات اور دیگر قوتوں کے لحاظ سے دیکھنا چاہیے، کیا عجیب ہے
 کہ ہمارے بعد ہمارے علوم میں جنکو ہم کامل سمجھتے ہیں، ہزاروں غلطیاں نکلیں۔ جس طرح کہ اہرام
 مصر کے دیکھنے سے اس زمانہ کے ہمارے اندازہ مل سکتا ہے، ہم عربوں کی کتابوں اور عمارت کے
 دیکھنے سے اونکے علوم و فنون اور صنعت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ انکی تصنیفیں اور انکی
 بنائی ہوئی چیزیں بہت کم موجود ہیں، کچھ تو زمانہ کے انقلاب نے انکو ضائع کر دیا اور زیادہ حصہ انکا عیسائیوں
 کی حسد کے نذر ہو گیا۔ جسکو انہوں نے اسلئے ضائع کر دیا، کہ آئندہ انکی وحشیانہ حالت ظاہر نہو، اس پر بھی
 اب تک ایسی تصنیفات انکی موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شکل علم کے دقیق اور نازک مسائل کی
 تحقیق اور حل کرنے میں انہوں نے اپنی دماغی قوت ظاہر کی۔

مسلمانوں کے ملکی انتظام کی نسبت یہ بات دیکھنے کے لائق ہے کہ انہوں نے اسپین کو کس حالت میں پایا تھا اور آٹھ سو برس کی سلطنت اور حکومت کے بعد، انہوں نے اسے کس حالت میں چھوڑا۔ ایک یورپین مؤرخ لکھتا ہے، جو قوت مسلمان اسپین کی سرحد پر پہنچے، اسپین کی حالت یہ تھی، کہ ایک سڑی ہوئی ریاست نکل زمین کو اپنے آپ میں تقسیم کر لیا تھا، بڑی بڑی جاگیروں کی کاشت بحیثیت زراعت اور مظلوم غلاموں کے ذریعہ سے ہوتی تھی، شہر کے باشندے تمام تباہ ہو گئے تھے۔ جب عربی حکومت وہاں قائم ہوئی، اور انتظام ہوا، تو وہاں کی مغلوب قوموں نے اپنے آپ کو پہلے کی نسبت کچھ بڑی حالت میں نہ پایا، بلکہ چند روز میں انہیں تباہ ہو گیا، کہ سلطنت کی تبدیلی نے ان کو فائدہ ہی پہنچایا۔ ان کو اپنے ہی قانون جاری کرنے، اور جہوں کے رکھنے کی اجازت دیکھائی، انہیں کی قوم کے حاکم اس کے اضلاع کے انتظام کے لئے مقرر ہوئے، شہر کے باشندوں کو بجائے اسکے کہ ریاست کے خرچ کا بار اٹھائیں، ایک خفیہ سامعہ وصول فی آدمی دینا پڑا۔ سب قدیم زمینداروں اور شہر کے رہنے والوں کا قبضہ اپنی ہی ملکیتوں پر قائم رہا۔ بیشک اگر سب اور ان لوگوں کی زمینیں ضبط کر لی گئیں جو شمال کی پہاڑیوں کی طرف بھاگے گئے تھے، مگر ان زمینوں کے متعلق جو غلام تھے، وہ وہیں کاشتکاروں کی حیثیت سے ان زمینوں پر قابض کر کے گئے، اور ان کے لئے مالک اور ان سے پیداوار کا نصف ایک معین حصہ جو ایک شلٹ سے تین خمس تک ہوتا تھا لیتے رہے، ان کو وہ حقوق عطا ہوئے، جو درحقیقت ان کو اپنے کا تھک بادشاہوں کے زمانہ میں بھی حاصل نہ تھے، وہ حتی انتقال اراضی کا تھا، کہ رہن، بیع، ہبہ کرنے کا اختیار ان کو پورا دیا گیا۔ مذہبی تعصبات کی یا مذہبی تکلیفات کی کبھی اونہیں کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ بجائے اسکے کہ اونہیں کلمہ جانا یا وہ زبردستی مسلمان بنائے جاتے، جیسا کہ گاتھوں نے یہودیوں کے ساتھ کیا تھا، عربوں نے اپنی مفتوح رعایا کے مذہب کو ان کی مرضی چھوڑ دیا۔ اور مذہبی عبادت، اور مذہبی رسموں کے ادا کرنے میں پوری آزادی بخشی۔ ان انتظاموں سے مفتوح قوم اور عیسائی رعایا کو پورا اطمینان ہوا، اور علمانیہ اور

کرنے لگے، کہ وہ ان مسلمانوں کی حکومت کو زلزلہ یا کاتھ کی حکومت سے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔
اس مسلمان حکومت کے گوسا کو فائدہ پہنچا، مگر حقیقت اس تغیر سلطنت سے اون غلاموں کے نصیب
کھل گئے، جبکہ ساتھ ساتھ اور دوسرے لوگ غلامانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اسپین میں جب کہ غلامی عیسائیوں
کے قبضہ سے نکال کر مسلمانوں کے قبضہ میں منتقل ہوئی، تو سب غلام چھوٹے چھوٹے کاشتکار بن گئے،
اور جو غلام عیسائیوں کے قبضہ میں تھے، ان کی آزادی کا آسان راستہ کھل گیا، یعنی کھڑے پڑنا اور نیکو تمام غلامی
کی تکلیفوں سے نجات دینا، اور شل اور فلاح تو مسلمانوں کے ان کو آزاد کر دیتا۔ اسپین کے سارے زرخیز حصے
مسلمانوں کی حکومت، مسلمانوں کی محنت، مسلمانوں کے ہنر سے ایسے سرسبز اور شاداب ہو گئے کہ سارا ملک گویا
باغ نظر آتا تھا۔ +

+ اور موت کے مسلمانوں کی بقیہ جس اور مذہب اور سلطنت اور انصاف اور فیاضی کا اندازہ اس حالت سے ہو سکتا ہے
جو کہ اسپین کے مسلمانوں کی حکومت سے نکل جانے کے بعد عیسائی گورنمنٹ اور عیسائیوں کے انتظام سے ہوئی۔ جب پندرہویں
صدی میں عیسائی مسلمانوں پر غالب آئے، اور مسلمانوں کی حکومت وہاں سے جاتی رہی، عیسائیوں نے جو لوگ مسلمانوں کے
ساتھ کیا اور ان کی حکومت میں آئے، سب لوگ کا حال ہوا وہ بالکل سہڑی آت سو لکھن کی جلد دوم سے نقل کر کے میں
آپ کو سناتا ہوں۔ وہ مورخ لکھتا ہے کہ اسپین کے آخری مسلمان بادشاہ کی تباہی کے بعد یعنی پندرہویں صدی کے
اسپین کے لوگوں نے مفتوحہ قوم یعنی مسلمانوں کو عیسائی کرنا شروع کیا، ان کا خیال یہ تھا کہ صرف اسی ترکیب سے ہر ملک
کی تباہی بچ سکتی ہے، اور جب ان مسلمانوں پر پادریوں کا اثر بہت کم ہوا، یا ایسے لوگ جنہوں نے عیسائی ہونے سے انکار
کیا، تو ہر چاہے ترغیب دینے کے ظلم اور دیگر ذرائع سے کام لیا گیا۔ اس ظلم کو انہوں نے انتہا کے درجہ تک پہنچا یا کسی کو
دھمکایا، کسی کو جہانم کی سزا دی، کسی کو زندہ جلایا، ۱۵۰۰ کے بعد کل ملک میں کوئی مسلمان نظر نہ آتا تھا۔ سب زبردستی سے
عیسائی کئے گئے۔ ۱۵۰۰ء میں فلپ دوم نے ایک خاص احکام تباہی (اون لوگوں پر جو ختم مسلمان تھے اور اب عیسائی
کئے گئے تھے جن کو زندہ زندہ نکال دیا) نام سے مشہور کرینگے جاری کیا، جس میں ہر لوگ کو گویا اس حرکت اور کام کرنے سے نجات
کی گئی جس سے اپنے قدیم مذہب کے (دین اسلام) کی بالکل یاد نہ ہو، ان کو چھوڑ دیا کہ اسپین کی زبان سیکھیں۔
عربی کتابیں نہ دیکھیں۔ اور عدول عملی پر بھی سخت سزا ہوگی، اس کو اس درجہ تک پہنچا کہ یہ بیچارے اپنی مادری زبان (یعنی
عربی) میں اپنے گہرین بھی گفتگو کرنے سے منع کئے گئے اور ان کے رسوم و رائج کو بھی بند کر دئے گئے۔ ان کو اجازت اون

اگرچہ ہم مسلمانوں نے اسپین میں نہایت ترقی کی، اور ہماری سلطنت، اور ہماری تہذیب، ہمارے علوم و فنون سے اس ملک کو بہت فائدہ پہنچا، مگر افسوس ہے کہ جب مسلمان اس سرزمین سے نکالے گئے، اور ترکوں نے یورپ کے دوسرے حصہ کی پرقبضہ کرنے سے اس کا معاوضہ کر دیا، تو وہ دوسرا قوطب نہ بنا سکے اور ان کی حکومت سے کوئی ترقی اس ملک کو نہ ہوئی۔ نہ وہ ان ترکوں نے علوم و فنون تہذیب و دانش کی روشنی بھیلوائی، نہ اپنے بھائی موروں کے موافق انہوں نے وہاں نام پیدا کیا۔ کوئی بات ہم انہیں ایسی نہیں پاتے، جس کا بیان فخر کے ساتھ ہم کر سکیں۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو حصہ ملک کے اونکے قبضہ سے نکل گئے یا نہکھتے جاتے ہیں، کوئی سہرا یا دگر بھری ان کی گورنمنٹ، اونکے سولڈیئرز کی وہاں پائی نہیں جساتی۔ مسلمانوں کی دوسری سلطنتوں کا بھی علمی اور تمدنی ترقی میں ہم اسپین

تماخوں وغیرہ کے دیکھنے کی تھی اور وہ پوشاک پہننے کی اجازت تھی جو ان کے ابا و اجداد پہنتے چلے آتے تھے حتیٰ کہ عربین بھی نقاب ڈالنے سے منع کی گئیں، مگر اسپین اور کانا نا بھی بند کیا گیا، چنانچہ جتنے عام خانگی مکانوں میں بھی موجود تھے وہ سب توڑ ڈالے گئے۔ ان سب ظلوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ ناسید ہو کر سوسکوبینی مسلمانوں نے آخری کوشش یہ کی کہ ۱۵۶۹ء میں تمام باغی ہو گئے اگرچہ انکی تعداد اتنی تھی اور غیر ملک میں ان کا باغی ہو جانے کا جو کچھ نتیجہ ہوا ہر شخص سمجھ سکتا ہے، لیکن باغیوں نے انہیں زور دیا کیا، اور ۱۵۸۰ء تک وہ وہاں سے نہ جاسکے، اس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ انکی تعداد کم ہو گئی لیکن چھوٹی چھوٹی بناؤں اور ادھر ادھر ہوتی رہیں، جہالت سے ہمیشہ دوسو سے پیدا ہوتے ہیں اور چھوٹی باتوں پر اعتقاد پیدا ہوتا ہے اسپین میں جہالت پھیلی ہوئی تھی اس نے ان بجا بے ظلوں کی پوری تباہی کر دی یعنی اسپین کے ہمارے کا بیڑا اور بیڑا ملکہ ایلیزہ پرانگلستان پر پہنچا گیا تھا ۱۵۸۸ء میں تباہ ہو گیا، اور البحر یا کچڑائی میں ناکامی ہوئی اس وقت بادریوں نے بادشاہ اسپین یعنی فلپ دوم کے پاس یہ درخواست کی کہ اسپین کے بادشاہ اس ملک میں عقیدہ عیسائی یعنی مسیح کو لوگ رہیں گے تب تک ملک میں امن اور چین ہوگا اور نہ حکومت اور سلطنت کو کوکرت ہوگا اس خواست کو ملک سے دور کرنا چاہیے۔ اب غلام تھا کہ ان باتوں کو گرانی (جو اس قوم میں سے تھی جس نے اس ملک پر حکومت کی تھی) زندگی کے دن ختم ہو چکے تھے۔ بادریوں کی مختلف پارٹیوں نے بہت سی بغاوتیں کیں، کسی نے کہا کہ انکو قتل کرو، کسی نے کہا انکو جلاوطن کرو، آخر ۱۶۰۹ء میں جب منظوری فلپ سوم مسیح کو لوگ جاسپین کے انوں باشندہ دن میں سے تھے جو زنا عت منہ و حریف اور کاریگری کا کام کرتے تھے، اور جسکی تعداد تقریباً لاکھ تھی

(تاریخ بادشاہ فیروز شاہ)

کے ساتھ ذکر نہیں کر سکتے۔ بغداد دوسرے غیرہ کی ابتدائی ترقی کو چھوڑ کر اگر دیکھا جائے، تو کسی دور کی سلطنت میں مسلمانوں کی ایسی ترقی نہ ہوئی جو اسپین میں ہوئی تھی، اور اگر کسی حصہ ملک میں کسی بادشاہ کی توجہ سے کچھ ترقی ہوئی بھی، وہ تو محدود اور مخصوص تھی، اس کا اثر پبلک پر جیسا کہ چاہیے نہ ہوا، اور نہ بڑے لمبے زمانہ تک وہ ترقی قائم رہی۔ ہندوستان ہی کو لیجئے، سلطان محمود غزنوی کے زمانہ سے محمد شاہ کے وقت تک ہم مسلمانوں نے کیا کیا، باوجودیکہ پہلے سے اس ملک کی حالت ہمارے آنے سے بہت درست ہو گئی، اور تہذیب شایستگی نے ترقی پائی، مگر سوا سے اکبر کے زمانہ کے جب کا اثر شاہ جہان کے وقت تک رہا، علمی یا تمدنی ترقی، جب کا ہم فخر کے ساتھ ذکر کر سکیں، پائی نہیں جاتی، اور جو کچھ ترقی اس زمانہ میں ہوئی تھی، اس کا بھی اندرونی فسادات اور مذہبی تعصبات کی وجہ سے جلد خاتمہ ہو گیا،

تھی، مثل جنگل جانوروں کے شکار کئے گئے، کچھ قتل کئے گئے کچھ لوٹے گئے باقی ماندہ ذریعہ کو بھاگ گئے جہاں پر حملہ ہوا، ہزاروں نوجوان لے گئے، عورتوں پر ظلم ہوا، بچے خیر غار میں گناہ مند رہیں ڈوبا گئے، جو بچے وہ ساحل پر پڑے بھاگے، وہاں بھی قتل ہوئے جو صحرانورد گئے وہ بہو کون مر گئے، اور بے انتہا جانیں ضائع ہوئیں۔ اب یاد رکھو چین آیا کیونکہ وہ پیرس سے لیکر جبل الطارق تک ایک بھی لاندہ ب نظر نہ آتا تھا، اونکی بڑی اسپین امن و امان کی تھیں، مگر وہ پوری نہ ہوئیں۔ کاشتکاری کے سب سے عمدہ طریقے صرف مسلمانوں کو ہی معلوم تھے۔ اور وہی ان کاموں کو کیا کرتے تھے، جاوہل، شکر، روٹی، ریشم۔ اور دیگر اسیاب سب بھی لوگ پیدا کیے کرتے تھے۔ دستکاری نقاشی اور دیگر فن امین لوگوں میں تھے، ان لوگوں کے اسپین سے نکال دینے کے بعد کوئی قوم ملک اسپین میں ایسی نہ تھی جو اس کے بجائے ان ضروری کاموں کو انجام دیتی، زراعت و صنعت کا بڑا نقصان ہوا، کیونکہ اسپین کے لوگ سوا سے جنگ اور مذہب کے دوسرے سبب کو حقارت سے دیکھتے تھے۔ بادشاہ کے لئے لڑا یا گر جے میں جانا یہ تو اہم معزز سمجھا جاتا تھا باقی سب چیزیں ادب کا مہر ذیل خیال کرتے تھے۔ بجائے اسکے کہ مسلمانوں کے نکال دینے کے بعد یہ یوں کی وہ اسپین سرسبز کی برادری تمام ملک دیران ہو گیا۔ اسپین والوں نے ارادہ یا شرم سے غلب چارم یا چارلس دوم کے وقت کی تاریخ نہیں لکھی، لیکن مختلف ذرائع سے معلوم ہوا کہ اسپین کی حالت تباہی پچھی۔ پندرہویں آبادی سترہویں صدی کے شروع میں چار لاکھ تھی، اور اٹھارہویں صدی کے شروع میں دو لاکھ سے کم ہو گئی۔ سولہویں صدی کا سب سے مالدار شہر تھا سویلویں صدی میں بن

جسکی بدولت نہ ہماری سلطنت رہی نہ تہذیب، البتہ ہم مسلمان اپنی قوم کے حال پر غم نہ ہٹ رہے تھے زندہ اور ابھی موجود ہیں۔

صاحبو!۔ مسلمانوں کی ملکی اور تمدنی اور علمی حالتیں جو اپنے سنہین، اودن سے تو کسی قدر اونکی ترقی و زوال یا تنزل کی کیفیت معلوم ہوئی۔ مگر بڑی بات جو غور اور توجہ کے لائق ہے، وہ اودن اسباب کی دریافت کرنا ہے، جنہوں نے یہ نتیجہ پیدا کئے، غالباً بہت لوگ ترقی اور تنزل کے اسباب کا نام نہ کر سکتے تھے ہوں گے،

۱۔ کارخانے یا چوبانی کے تھکنے سے ایک لاکھ تیس ہزار آدمی پرورش پاتے تھے۔ غلبہ پنج کے زمانہ میں ۳۰۰ سے بھی کم ہو گئی اور ۱۶۰ سال میں اس شہر کی آبادی پہلے سے چوتھائی رہ گئی۔ نوٹیکل وین سولہویں صدی میں پچاس سے زیادہ ادنی کپڑے بنانے کے کارخانے تھے ۱۸۰۰ میں صرف ۱۳ رہ گئی یہ شہر جو پہلے شہر کے کام کے لٹو مشہور تھا اب وہاں سے وہ ہٹا کر اٹا رہا اور چالیس ہزار آدمی جو ان کارخانوں سے پرورش پاتے تھے اب پران اور تباہ حال ہو کر کیسٹل اور دوسرے شہر زمین علی بنالقیاس ہی حال تھا ہزاروں سرکاری خالی ہو گیا، مظلوم اور بستی ہو گیا کے پاس جو ملک تھے وہ لوٹے جانے لگے، پناہ خانوں کے بچھڑنے و اسباب حتی کہ گھر کی چھت بھی سرکھ رہنے چلی، جس ملک چھڑ کر رعایا ہلاک گئی، کاشتکاری موقوف ہو گئی لاکھوں آدمی غارت سے مر گئے۔ اکثر شہر زمین دہشت سے زیادہ گھرباد اور دیران ہو گئے، ان مہینوں سے اسپین کا ذاتی جوش اور قوت بھی گھٹ گئی۔ ہر مہینہ میں پندرہ لاکھ کے آثار نظر آنے لگے، چنانچہ ۱۶۰ سال میں جہازوں کا بھڑٹا سا ڈیر تیار کرنے کی تجویز ہوئی تھی مگر علاج و عیب رہی کافی تعداد نہونے سے کامیابی ہوئی، دریا کے نقشہ جات جو بنائے گئے تھے وہ سب گم ہو گئے، اور اسپین کے جہازرانوں کی حیات اس درجہ پر پہنچی تھی کہ اونپر کوئی شخص بہرہ نہ کر سکتا تھا۔ اکثر فوج اپنے اپنے جھنڈے چھوڑ کر بھاگ گئی اور جو لوگ وفاداری اور ایمانداری سے رہ گئے تھے اوسکے پتے کو کیا آگ نہ تھا تنخواہ تو کچھ ملتی ہی نہ تھی اور فاقے ہو رہے تھے، ہر صدی شہر زمین جھانڈے کے لئے لٹکر رہا تھا، قلعہ سمارا اور اندام کی حالت میں تھے خنزروں میں سامان نہ رہا۔ اور جہاز بنانے کا ہنر بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ لوگ بھوسے چھڑے کر دہ میں ہمارا خانگی ملکانون کو لوٹتے تھے اور دن کے وقت خون ہوتے تھے۔ پادشاہ کے خانگی خزانہ میں اس قدر غنیمت تھی کہ وہ اپنے غلامی کو گردن کی تنخواہ بھی نہیں دے سکتے تھے اور انکا روزانہ خرچ چلا بھی دشا اور کوا کوئی روزانہ نہ جاتا تھا کہ روٹی کی واسطہ راستہ پر لڑائی نہ ہوتی ہو۔ اسپین سے مسلمانوں کے نکال جانے کے بعد کل ملک کی ہی حالت ہو گئی اور تکیہ کہ دوسرے ملکوں سے مدد نہ آئی ان نظام نہ ہو سکا۔ فقط

یا فلا سرف سے نہیں سیکھا۔ بلکہ ہر کو ہمارے سچے خدا نے اپنے سچے کلام میں اور ہمارے سچے رسول نے اپنے سچے حکم اور سچے قول اور سچے عمل سے اس مسئلہ کو سکھایا ہے، آخرت جو منتہا کے مقصود اسلام ہو، وہ خود کیا ہے سلسلہ انہیں اسباب اور نتائج کا۔ ”اَللّٰهُمَّ اَسْرِعْهُ الْاٰخِرَةَ“ کیا بہترین ہی مضمون کا، جب تک حقیقی بڑی شرح چاہو کرو، اور جتنے بلعی جانتیے چاہو لکھو۔ امید اور خوف جو دو بڑے لفظ قرآن مجید میں استعمال کئے گئے ہیں وہ کیا ہیں؟ سبب اور سبب کے سلسلہ کے ثبوت۔

کیا خوب فرمایا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے امید کی تعریف میں ”اَلرَّجَاءُ هُوَ اِسْتِیْنَا حُ الْقَلْبِ لَا يَنْتَظِرُ مَا هُوَ مُحْتَوِيٌّ عِنْدَكَ۔ وَلَكِنَّ ذٰلِكَ الْمَحْبُوْبُ الْمَتَوَقَّعُ لَا بُدَّ وَاَنْ يَّكُوْنَ لَهُ سَبَبٌ فَاِنْ كَانَ اِنْتِظَارُكَ لِاجْلِ حُصُوْلِ اَلْاَسْبَابِ فَاَسْمِ الرِّجَاءِ عَلَيْهِ صَادِقٌ۔ وَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ اِنْتِظَارُ اَمْعٍ۔ اَلْحَدَامُ اَسْبَابُہِ وَاصْطَرَّ بِہَا فَاَسْمُ الْعُرْسِ وَالْحَقُّ عَلَيْهِ اَصْدَقُ مِنْ اَسْمِ الرِّجَاءِ۔ یعنی امید خوش ہونا ہے دل کا اس چیز کے انتظار میں جو وہ چاہتا ہے لیکن اس متوقع چیز کے ملنے کے اگر اسباب ہیں تو اس کے ملنے کے انتظار پر امید کا نام صادق ہے، لیکن بغیر نمونے ان اسباب کے اس کے انتظار پر حقا اور غور کا لفظ زیادہ صادق ہے بہ نسبت امید کے۔ مثلاً اگر کسی کا شتکار نے اول ایسی زمین منتخب کی

ہو جو کاشت کے لائق ہو، اور اوس میں عمدہ اور تازہ بیج ڈالا ہو، اور پانی سینچے اور خود روگ اس کے نکالنے اور دانہ پڑنے کے بعد چڑیوں وغیرہ سے اس کی حفاظت کی ہو، اور تائیداری فصل کے ہر وقت اس کی خبر کرتا رہے، اب تمام اسباب کے جمع کرنے اور ان طریق کے ملے کرنے پر جو اس کے اختیاری تھے اگر وہ امید کرے اپنے کیسے پیداوار پانی کی، اور ہر دوسرے خدایہ آفات ارضی و سماوی سے، جو اس کے اختیاری نہیں ہیں، بچانیکا۔ تو بلاشبہ اس کے انتظار کو ہم امید کہیں گے۔ مگر جو کوئی زمین ہی نہ تلاش کرے، یا زمین اس کی بھر ہو، جو کھیتی کے قابل نہ ہو، یا وہ بیج بڑا لے یا ملے اگر بیج ڈالے، یا بیج ڈالے جو کا اور امید کرے

گیہوں کے، یا بیج ڈالنے کے بعد اوسکی خبر گیری نہ کرے، تو ایسے شخص کے انتظار کو حماقت اور غرور کہنا چاہیے نہ امید۔ شعر

تَرْجُو النَّجَاةَ وَلَمْ تَسْلُكْ مَسَالِكَهَا	اِنَّ السَّفِيْنَۃَ لَا تُسَرِّحُ عَلَى الْاَبْنُسِ
تو نجات کی امید کرتا ہے اور اس کے رستوں پر چلا ہی نہیں	کشتی کہیں خشکی پر چلتی ہے۔

یہ عمدہ تعریف امید کی اور یہ عمدہ مثال امید کی اور یہ فرق جو امید اور حماقت کی باہم امام صاحب نے بیان فرمایا ہے، گویا سبب اور نتیجے کے سلسلہ کی تصویر ہے، اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ صرف محسوسات اور موجودات عالم پر ہی پایا نہیں جاتا بلکہ تمام حادث دنیاوی اسی سلسلہ کے پابند ہیں۔ اس لئے ہر قومیں عروج اور زوال کے تاریخی واقعات ہی سے مطلع ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے اسباب دریافت کرنے لازم ہیں۔ مگرافسوس ہے کہ ہماری تاریخیں اس سے خالی، اور ہمارے مورخین اس سے غافل ہیں۔ اگرچہ پانوس برس ہوئے کہ ہمارے یہاں کے ایک عالم علامہ ابن خلدون نے منجملہ اور باتوں کے تاریخ لکھنے والے کو محتاج اسباب کا قرار دیا ہے، کہ ہر واقعہ کا سبب اور ہر حادثہ کی علت سمجھ سکتا ہو مگرافسوس ہے کہ یہ خیال کتاب ہی میں رہا، اور اوس پر ہمارے مورخین نے لحاظ نہ کیا۔ اس واسطے کہ کوئی ترقی اور تنزل کے اسباب تلاش کرنے میں اپنی طبیعت یا غیر قوموں کی رائے سے مدد مینی ہوگی اور سبب وہ اسباب جو قومی تنزل کے میں بیان کرتا ہوں، منجملہ اختلافی مسائل کے میں گئے۔

اسباب تنزل

صاحبو! جب ہم دنیا کی اور قوموں اور اپنی قوم پر نظر کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ جو سلسلہ قدرت نے قوموں کی ترقی اور تنزل کا بننا رکھا ہے اوسیکے موافق ہمارا بھی عروج اور زوال ہوا۔ قوموں کا بڑا ہوا اور گٹا دہیشہ ایک ہی طور پر ہوا کرتا ہے، محنت اور جفا کشی سلطنت کے آگے آگے چلتی ہو غدر اور انقلاب، اطمینان اور عیش کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ جفا کش سپاہی سلطنت اور دولت حاصل کرتے ہیں۔

سلطنت اور دولت اول مہذب اور تربیت یافتہ بناتی، مہر عیش اور نفسانی لذتوں میں ان کو مبتلا کرتی ہے جس سے بادشاہ اور امیر آرام طلب، سست، کاہل، اور بزدل ہو کر سلطنت، امارت، حکومت، سب کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ سلطنت اور دولت کے ساتھ علم و تہذیب یا تمدن و شایستگی، بلکہ قوم بھی خست ہو جاتی ہے۔ ہم مسلمانوں کا یہی حال ہو گا کہ اول تو ان میں ایک جوش پیدا ہوا، جس سے وہ مشرق و غرب تک پھیل گئے، دنیا کے بڑے بڑے حصوں پر قابض ہو گئے، بڑی وسیع سلطنت قائم کی علوم و فنون سیکھے، تہذیب و شایستگی پھیلائی، عیش و عشرت اور ثروت کی کوئی حد نہ رہی، پھر آرام طلب ہو گئے و ماعون میں سستی مزا جو نہیں کاہل آئی، جس سے خلافت اور سلطنت کھو بیٹھے، علم و تہذیب سے بے نصیب ہو گئے یعنی جن درجن کو طے کرتے ہوئے اوپر چڑھے تھے، اوہیں زمینوں سے اترتے ہوئے نیچے آ گئے۔

ہماری ترقی کا پہلا زمانہ یہی جوش، اور عربی حمیت، اور عربی عصیّت۔ تین صدیوں میں ہم نے ان زمینوں کو طے کیا تھا اور تیسری صدی میں ہم اپنے عروج، اور ترقی کے انتہا درجے پر پہنچ گئے۔ وہاں ہونچکر ہم ٹھہر گئے، اور ملکی اور مذہبی ترقیاں ختم ہو گئیں۔ بقول ایک یورپین مورخ کے وہ خیالات اور اسباب جو اسلام اور ان ملکی قوتوں اور خاندانوں کے مخصوص تھے، جنہیں اسلام کی ابتدا ہوئی تھی، ابتدا زمانہ کی وجہ سے یا تو ضعیف اور کمزور ہو گئے، یا ادون معمولی اغراض میں دفن ہو گئے، جنہیں عموماً انسانی رویہ اور رفتار کا مدار ہے۔ چون جن زمانہ گزرنا گیا، مسلمان دنیاوی زینت اور عیش کے مطیع ہوتے گئے اور سہادر سپاہی سے آرام طلب امیر بن گئے اور سلطنت کے کاروبار میں دوسرے لوگ ذیل، اور رفیعہ فتنہ خلیفہ اور خلافت و دوزن پر جاوی ہو گئے۔ عرب کی وہ خاص اور تازہ جنگی حیثیت، جسکی بدولت وہ مسلمان شاہی خاندانوں کے حکم اور مذہب اسلام کے پھیلانے کے بڑے ذریعہ تھے، تیسری صدی میں غارت ہو گئے۔ دنیا کی نعمتوں اور دولت کی لذت سے انکا ابتدائی جوش تو جا ہی چکا تھا، اس پر جب خلفاء اپنے لوگوں

یعنی عرب کو رشک اور بے اعتنائی کی نظر سے دیکھنے لگے، اور اود کا عمدہ فوجی انتظام مٹ گیا، اور عرب کو کئی قوت ٹوٹ گئی، اور وہ اپنی بددیت پر رجوع کر گئے اور غیر قوم کے اجرتی سپاہی، اور غلام اور نکلے جانشین ہو گئے اور سو سے ابکا نشان پلٹیکل جماعت میں خود مختار قوت کی حیثیت سے کہیں پایا نہیں جاتا۔ عربوں کی قوت ٹوٹ جانے سے خلافت کو بڑا صدمہ پہنچا، اور اگر کارولشی خاندانوں کی خلافت کا خاتمہ ہی ہو گیا۔

سمحور سے دنوں میں عربی فوج رہی نہ عربی حکومت، نہ عربی خلافت کا پتہ رہا۔ نہ عجا سیمون کا نشان۔

اگرچہ چند صدیوں تک اس کے بعد مسلمان سلطنت قائم رہی، اور بعض حصوں میں نئی قوموں نے کبھی کبھی اسلام کا جوش بھی ظاہر کیا، مگر وہ ایسا محدود اور مختلف رہا، کہ اس کا اسلامی حکومت پر تمام دنیا کے یکساں اثر نہ پڑا، اور نہ کوئی ایک سلسلہ زمانہ جھگڑے اور انقلاب، اندرونی فساد، خونریزیوں اور سازشوں سے پاک، کسی اسلامی سلطنت پر گزرنے پایا ان ہی اسباب سے منزل ہوا جس کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا سبب

خلافت کا جمہوری سے شخصی سلطنت ہو جانا اور خلفاء اور سلاطین کا خود مختار ہونا اور شریعت کے احکام کا پابن نہ ہونا

تشریع میں اسلامی خلافت کی صورت جمہوری سلطنت کی ہی ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کو ایک ایسا گروہ تھا جس کے مقاصد اور اغراض ایک تھے، اور جس کی حریت اور آزادی کا کوئی مزاحم نہ تھا۔ خلیفہ شریعت کے احکام کا تابع، مسلمانوں کے حقوق کا محافظ، اور ان کی آزادی کا حامی، اور بیت المال کا امین ہوتا، شرعی احکام اور سپر ویسے ہی نافذ ہو سکتے جیسے کہ عام رعایا پر، حقوق العباد کی حفاظت اور سپر ویسے ہی واجب ہوتی جیسے کہ

حقوق اس کے۔ کیسی صحیح تعریف کی ہے خلافت کی جس کی ہے کہ **هِيَ الرِّيَاسَةُ الْعَامَّةُ فِي الصَّدَاقِ لِإِقَامَةِ الدِّينِ بِإِجَاءِ الْعُلَمَاءِ الدِّينِيَّةِ وَإِقَامَةِ السَّكَنِ الْأُسْلَاحِي وَالْقِيَامِ بِالْحُكْمِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مِنْ تَرْتِيبِ الْجُيُوشِ وَالْفَرَضِ لِلْمَقَاتِلَةِ وَاعْطَائِهِمْ مِنَ الْفَوْزِ وَالْقِيَامِ بِالْقَضَاءِ وَإِقَامَةِ الْحُدُودِ وَرَفْعِ الْمَظَالِمِ وَلَا كُنْزِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ** عَنْ الْمُنْكَرِ نَبَايَہ عَرَبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خلافت ریاست عامہ کو کہتے ہیں جس کا مقصد دین کو قائم کرنا ہو علوم دینیہ کے زندہ کرنے سے اور ارکان اسلام کے قائم کرنے سے اور جہاد کی مستعدی سے اور جو کچھ اس سے متعلق ہے مثلاً فوجوں کی ترتیب۔ اڑنے والوں کے روزیہ۔ غنیمت کی تقسیم۔ عدالت کا قیام۔ حدود کی اقامت۔ جرایم کا روکنا۔ اچھی باتوں کا حکم۔ بُری باتوں کی روک تھام اور یہ سب باتیں بحیثیت جانشینی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں۔ مگر خلافت کی یہ تعریف صرف خلفاء راشدین پر صادق رہی جنہوں نے نہ کبھی خود مختاری کا خیال کیا، نہ کبھی معصومیت اور خطا سے پاک ہونیکا دعویٰ۔ وہ بلاشبہ ان فرائض کے پابند اور ان شرائط کے جامع تھے، پڑ ہو وہ خطبہ حضرت صدیق اکبر کا جو جنہوں نے اپنی خلافت کی شروع میں فرمایا تھا کہ ”اے مسلمانو! میں ویسا ہی آدمی ہوں جیسے کہ تم ہو، نہ خطاؤں سے معصوم ہوں نہ غلطیوں سے محفوظ نہ تم سے بہتر اور اچھا ہوں“ اس لیے تم میری خبر داری رکھنا، جو باتیں میری خدا اور اس کے رسول کے احکام کے موافق ہوں انہیں میری تبعیت کرنا، اور جس میں مجھے لغزش کرتے ہوئے دیکھنا مجھ سے نہالاً۔ افسوس کہ تیس برس سے زیادہ یہ اسلامی خلافت نہ چلی نہ خلفاء راشدین کے بعد جو خلیفہ ہوئے وہ ان فرائض کے پابند رہے بلکہ اعضاء کی پیشین گوئی صادق آئی اور خلافت خود مختار سلطنت اور ڈسپالک گورنمنٹ ہو گئی، مسلمانین اور بادشاہ آزاد ہو گئے اور لذات نفسانی میں منہمک، نہ ان کو قوم کا ڈر رہا نہ شرع کا، نہ انہوں نے مذہب کا خیال رکھا نہ انصاف کا۔ ایک خلیفہ تھے حضرت علیؓ کہ اپنے بہائی عقیل کو ایک درم حصہ سے

زیادہ ندیا اور ایک وہ خلیفہ تھے کہ کاسبے پانوں نکالنے کے اول ایک صوبہ کی آمدنی خوشامد کنواریوں کو بخش دی۔ ایک خلیفہ تھے حضرت عمرؓ کہ جب اوسکے پاس روم کا سفیر آیا تو زمین پر فرش تک نہ تھا۔ اور ایک تھے خلیفہ مقتدر باندہ جنگی جلیپین سات ہزار خواجہ سرا، اور جنگی ڈھوڑی پر سات ہزار دربان، اور جنگی محل میں ۲۸ ہزار شہنشاہ زلفت کے پردے پڑے تھے۔ اگر خلافت کا ابتدائی اصول قائم رہتا تو خود مختار سلطنت کی بنیاد اسلام میں جلد ہی پڑ جاتی، تو یقیناً مسلمانوں کو غنٹ دنیا کے مذہب ترین گونگو غنٹوں میں سے ہوتی، اور بہت دنوں تک دنیا میں قائم رہتی۔ خود مختاری نے اسلامی سلطنت کو بہت نقصان پہنچایا اور بادشاہوں کی مطلق العنانی نے سلطنت کو بہت جلد تباہ کیا۔

تیس برس کے زمانہ چھوڑ کر اگر اسلامی خلافت اور مسلمانی سلطنت پر موقوفانہ نظر ڈالی جائے، تو اس خود مختار سلطنت کی مختلف حالتیں اور تناقض کیفیتیں نظر آئیں گی، کسی خلیفہ کو آپ نہایت سفاک بے رحم، اور ظالم پائین گے جو مقتولوں کی لاشوں پر خون نعمت بچھائے ہوئے خوشی سے کھانا کھا رہا ہو، مظلوم بیگناہ یتیموں اور یتیموں کی آہ و زاری کی دردناک صدائوں میں خوش اسمان مطربوں کے گانے سن رہا ہو، کسی طفل اللہ کو آپ دیکھیں گے، کہ مودت کی کرسی پر بیٹھا ہوا انصاف کر رہا ہے، عدل کی ترازو ہاتھ میں بیواؤں اور یتیموں کی فریاد کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے، عمری صولت فراویاں مہیت چہرے سے میان ہے، مفتی و قاضی علماء و فقہاء کا بازار گرم ہے، بکری اور شیر گویا ایک گھات پر پانی پی رہے ہیں۔ ہر کسی پر زمانہ میں اب سلطان وقت کو علم و ہنر کا شائق پائین گے، جسکی توجہ سے علم و کمال کی شعاعیں ملک میں پھیل رہی ہیں، علوم و فنون کے چرچے ہو رہے ہیں، مدرسے اور کالج بن رہے ہیں، فضلا اور حکما جمع ہیں، اہل فن اور اہل کمال سے دیباچہ ہوا ہے، بادشاہ اوسکے حلقہ میں بیٹھا ہوا علمی سہاخشہ کر رہا ہے۔ اوسکے بعد آپ ایسا جابل بادشاہ دیکھیں گے جسکے تعصب اور جہالت سے ملک تارک ہو رہا ہے مدرسے حیران خانقاہیں اور جڑی پڑی ہیں، علماء ذلیل اہل کمال خوار ہیں۔ غرض کہ کسی ایک صدی

اور کسی ایک ملک اور کسی ایک خاندان میں جی کیساں حالت بڑی یا اچھی آپ کو نظر نہ آوے گی، بلکہ ملک کی حالت بادشاہ وقت کے خیال کے مطابق ہمیشہ بدلتی ہوئی دکھائی دے گی۔ حقیقت میں خود مختاری اور کسی اصول کی پابندی نہ ہونے سے اسلامی زمین ہزاروں رنگ بدلتی رہی، اور مختلف اور متناقض حالتیں بادشاہوں کی طبیعت اور مزاج اور حالت کے مطابق پیدا ہوتی رہیں۔ اگر سلطان وقت عیش و عشرت پر ہنگام، مُتَعَمِّق و مطرب کا جہوم ہو اساقی و ندیم جمع ہوئے، صراحی و جام کے دور چلنے لگے، قفل مینا کی صدائیں، بربط و مود کے ترانے، آسمان تک پہنچے، اندر کا اکھاڑہ زمین پر اتر آیا، غزوہ کی بہشت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھیل گیا، اگر خلیفۃ اللہ فی الارض اللہ کی طبیعت توجع اور پرہیزگاری پر تھکی، قاضی کے فتوے محنت کے ڈر سے جاری ہوئے، ملحد و اربابِ بیدین صلیب پر چڑھے، خم ٹوٹے، ساقی شہر بدر ہوئے، بربط و ارغنون جلائے گئے، سینچانے دیران خرابات خراب ہوئے، زہر و مکی بن آئی، پیر مغان کی ٹہنی خراب ہوئی، غرض کہ جہاں بادشاہ کی طبیعت آئی، سارے ملک میں اسی کا اثر نظر آنے لگا، اور جہاں بادشاہ کا خیال آیا اسی میں ساری رعایا جھک پڑی۔ اِن حیل و تخیروں کا ذکر آفتاب اس خود مختاری اور سلطنت کی تغیر و تبدل کے لیے ہمیشہ اسلامی زمین پر ادا اسرارِ کتبِ کلا کے زیرِ لُٹا لٹھا کی کیفیت طاری تھی اور سلطنت کو کبھی کسی مستحکم اصول پر قائم نہ ہونے دیا، نہ کسی ایک حالت کو کبھی قیام ہوا، اور پیر جانشینی کے مسئلہ اصول کے نہ ہونے اور جانشینوں کے باہمی جھگڑوں اور دربار کی سازشوں اور ذوقِ بندیوں نے کبھی دنیا کو چین نہ لینے دیا، نہ کسی ملک یا کسی زمانہ میں ایک پوری صدی اطمینان سے گزرنے پائی۔ نہ کوئی قوت بادشاہوں کی خود مختاری کی روکنے والی باقی رہی نہ ان کی فضولی اور اسراف کی عزامت اور روک کسی قانون یا قاعدہ سے ہو سکی۔ خود مختاری نے ان کو دولت اور شاہی خزانوں کے بیدار خراج کرنے پر آمادہ کیا، اور دولت و ثروت نے ان کو دنیاوی لذتوں کا شیدا، اور اسراف اور فضولی نے عیاشی اور آرام طلبی کا عادی کر دیا، کیا خوب کہا ہے ایک موصی نے مسلمان بادشاہوں کی نسبت کہ بجایا اس کے کہ

بلند چمکی سے روحانی خوشنیاں حاصل کرتے، اور اعلیٰ درجے کے خیالات پیدا کرتے، وہ اپنے شوق اور صحت کو بیودہ شان و شوکت اور عیش و عشرت میں مصروف کرنے لگے۔ بہادر وں اور شجاعوں کے انعام و ثواب اور خواہیہ سر اؤن کو ملنے لگے۔ سب سپاہیوں اور بہادر وں کے عوض شاہی لشکر میں جو رخصتان کی بہرہی ہونے لگی۔ ایسے خلیفوں اور ایسے بادشاہوں کی رعایا کا مزاج بھی ویسا ہی ہو گیا، اذکا مذہبی جوش اور دلی ولولہ دولت کی افراط سے سر بردار گیا، و بر خلاف اپنی بزرگوں کی محنت کے کامیوں دولت کے خواہان، اور علم کی طلب میں نیکنامی کے طالب اور خانگی امور میں آرام اور عیش کو چاہد ہو گئے۔ ایسی صورت میں اسلامی سلطنت کے قیام اور اسکے استحکام کی کیا توقع ہو سکتی تھی، اور وہ کونسے ایسے سختی اور عمدہ اصول پر مبنی تھی جو مدتوں تک زوال کے صدیوں سے محفوظ رہتی، اور اسکا ان القلابوں میں محفوظ رہنا اور باوجود ایسی حالتوں کے اتنے دنوں تک برقرار رہنا ہی باعث تعجب ہے، نہ اسکا زوال۔ نو سو برس سہیہ عمارت چل رہی تھی مگر اب اس سے یورپ کے سیلاب نے بالکل تباہ کر دیا، اور اسکی علمی اور تمدنی قوت نے اس کے ٹکڑے کر دیے اس سے پیشتر چونکہ انقلاب اسلامی حدود کے اندر محدود رہتا اور ایک اسلامی خاندان کے سبب سے دوسرا کوئی مسلمان خاندان تحت سلطنت بر قائم ہو جاتا اسلئے اسکا اثر ظاہر اسلام پر نہ پڑا اور عیسائی غیر قوموں کی کمزوری نے اتنے برسوں تک اس کو در عمارت کو قائم رکھا، اب آخر یورپ کے علمی سیل کے سامنے وہ نہ سکے اور نہ سوائے چند حجروں کے کوئی عمدہ اور عالی شان اور خوبصورت حصہ اسکا گرنے سے باقی رہا۔ **وَإِذَا أَسْلَمَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءَ فَلَا مَرَدَّ لَهُ** اور جب خدا کسی قوم کے ساتھ رہائی کرنی چاہتا ہے تو اسکی کوئی روک نہیں۔

دوسرا سبب

اسلام میں اختلاف کا پیدا ہونا اور مسلمانوں کے متفرق فرقی ہو جانا مسلمانوں میں اختلاف کا پیدا ہونا، اور مسلمانوں کے متفرق فرقی ہو جانا بھی ہمارے زوال کے

بڑے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے، اور ان میں سے بڑا اختلاف مذہبی اختلاف ہے، جس کا بیج ابتدائی زمانہ میں پڑا، اور امامت کا جھگڑا اس کا سبب ہوا۔ اس سے مسلمان جنگی تعریف میں خدا نے فرمایا تھا۔ **فَأَصْحَابُكُمْ يُصْغَرُ فِي أَعْيُنِ خَدَائِكَ** تم خدا کے فضل سے بہائی بہائی ہو گئے۔ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے، اور کافروں کو چھوڑ اپنے آپ میں لڑنے لگے، حقیقت میں وہ بغض و عناد کا بیج جو امامت کے اختلافی مسئلہ سے عرب کی زمین اور مسلمانوں کے دلوں میں پڑا، وہ اپنے بڑے بڑے تلخ اور زہریلے پھیل لایا، اوسنے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیں، اسلام کی مضبوط بنیاد کو ہلادیا، غیور کو حملہ کرنے اور اسلام پر غالب آنے کی جرات دلائی، باہمی محبت اور اختلاط اور ہمدردی کا نام نہ رکھا، اس سے مسلمانوں کی باہم سلطنت اور ریاست پر ہی لڑائیاں نہیں ہوئیں بلکہ اس کا مسلک اثر ہر قبیلے اور ہر خاندان بلکہ ہر گھر میں ہونے لگا، اور نہایت قوت سے وہ اب تک موجود ہے۔ یہی یہ اختلاف اسی پر نہ ٹھہرا، بلکہ دوسری شکل اور دوسرے رنگ میں جلوہ دکھانے لگا، چھوٹی چھوٹی باتوں اور خفیفے خفیفے سلوک میں اتنا اختلاف پیدا کیا کہ اسلامی جماعت کی صورت ہی کسین نظر نہیں آتی، اور اختلاف اور جھگڑے کے سوا سہ اتحاد کا نام و نشان تک کہیں پایا نہیں جاتا۔ ساری اسلامی زمین میں کسین مجموعی قوت کا سایہ تک نظر نہیں پڑتا۔ چونکہ دین ہی نے اتفاق پیدا کیا تھا، اور یہی وہ بڑی نعمت تھی جو خدا نے ہکودہ تھی اور یہی وہ بڑا احسان ہے جو ابتدائیں اوسنے ہم پر کیا تھا، جس کو اتنا ناخود فرماتا ہے۔ **أَلَمْ يَكُنْ قُلُوبُهُمْ كَالْفِئْتِ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَهُمْ قُلُوبُهُمْ وَكَذَلِكَ أَلَفَ اللَّهُ الْفِئْتِ بَيْنَهُمْ** اور ان لوگوں کے دلوں میں الفت دی۔ اگر تو ساری زمین کی چیزیں خرچ کرتا تو بھی اوسکے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتا۔ لیکن یہ الفت انہیں خدا نے پیدا کی۔ آخر دین ہی کے اختلاف سے اوسکی بنیاد شروع ہوئی اور یہ نعمت خدا نے ہم سے لے لی، اور ہکو اختلاف اور ہکو دون اور خدا دون میں ڈال کر نہ دیا کہ کھانڈین کا۔ ملکوں کو جانے دیجئے، سلطنتوں کا ذکر نہ کیجئے، صوبوں اور شہروں پر خفاں ٹھاس لے، کوئی دو خاندان

دو گھر بلکہ دو دل مسلمانوں کے ایسے بتا دیجئے کہ انہیں اتفاق ہو، اور ایک دوسرے سے عدالت اور دشمنی یا رشک و حسد نہ رہتا ہو، اور کیا مذہبی اور کیا دنیاوی، کیا خانگی کیا خیالی باتوں سے اس کجخت نفاق اور اختلاف کے سبب دو مسلمان ایک دوسرے کے مخالف نظر آتے ہوں۔ لیکن ہر ایک بڑا نامی موضع ہی وہ اپنی تاریخ میں اول زمانہ کے مسلمانوں کی بے نظیر حب الوطنی کی شہادت میں لکیتا ہے کہ جب عقبہ یونانیوں اور افریقیہ والوں کی بغاوت عام کی وجہ سے ہجرات قیونس کے ساحل سے مراجعت کرنے پر مجبور ہوئے تو اوصوت ان کے لشکر میں ایک مسلمان قیدی تھا، جسے خود عقبہ کی جگہ پر بقرہ بنو نکی درخواست کی تھی، اور نہایت جالی دشمن اور کتا تھا باغیوں نے اس کی ناراضی اور انتقام لینے کے اعتماد پر اس سے سازش کرنی چاہی، اس نے نہایت حقارت سے اس کی درخواست کو نا منظور کیا اور اس کی سازش اور مشا کا افشاء کر دیا۔ سردار نے سین حفظہ کے وقت میں جبکہ اس کو اپنی جان کا خوف تھا اس کی بیڑیاں کاٹ ڈالیں اور چلے جانے کا مشورہ دیا، اس نے اپنے قریب کے جھنڈے تلے مرنابند کیا، اور دوستوں کی طرح بغل گیر ہو کر اس کے ساتھ شہادت کا خواہان ہوا، دونوں نے اپنی تلواریں میان سے نکالیں، اور اوصوت تک ڈٹ کر لڑتے رہے کہ اپنے ہونٹوں کے آخری مقتولوں پر ایک دوسرے کے پہلو میں مگر گرے۔ کیا حال کے زمانہ میں کوئی مثال اس کی تاسکے گا، درحقیقت وہ تھے اعضاء یکدیگر اور ہم لوگ ہیں اعدا یکدیگر، اپنی ذاتی خواہشوں، ذاتی دعویٰ کے سبب نہ قوم کا خیال، نہ اسلام کی پرواہ۔ کون سی آنت مسلمانوں پر آتی ہے، جسکی بنا خود مسلمانوں کے نفاق پر نہیں ہوتی کون سی ذلت مسلمانوں کو نصیب نہیں ہوتی ہے جبکہ اہل سبب خود مسلمانوں کا اختلاف نہیں ہوتا۔ دہلی کی سلطنت اسی صدی میں کسے غارت کی، نادر شاہ کو پانی پیسے کسے لٹے نہ دیا، اور کون دہلی میں لایا، اور قتل عام کرایا، ترکوں کو اسی آخری جنگ میں روسیوں کے ہاتھ سے شکست کسے دلائی، سلیمان کو عثمان پاشا سے کسے غلے دیا، حال میں جو شش مسلمانوں کی قومی ترقی کے لئے کیجاتی ہی، کون اسے چلنے نہیں دیتا، اور کون اس کی بربادی کے سامان

جمع کر رہا ہے، اس کے گرد سے زمانہ میں جو کوششیں جا رہا ہوا ہے سب کو دیکھ کر یہاں تک کہ کون اور کون سا کامیابی
چاہتا ہے، کون اور کون سا راہ میں روڑے ڈالتا ہے۔ خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ کون سا ہے، ضرر
اور اختلاف کی وجہ سے جو کچھ عموماً مسلمانوں کے دل میں پڑا ہوا ہے۔ **فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**
رِجْمًا اُن کا دُعا ہے **يَحْكُمُونَ**۔ پس خدا ان چیزوں کا قیامت میں فیصلہ کرے گا جن میں ان کو اختلاف ہے۔

تیسرا سبب

مسلمانوں میں قومی آزادی کا نہ ہونا

یہ بات بھی کچھ کم مسلمانوں کی تباہی کی نہیں ہوئی، کہ کبھی مسلمان ایک قوم نہ ہوئے اور متحدہ المذہب فرقوں
نے ہی اپنے آپ کو متحد اور آزاد قوم نہ بنایا، درحقیقت "نیشن" کے نفاذ کا اطلاق کسی ملک کے کسی
فرقہ کے مسلمانوں پر بھی نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے، اور انہوں نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا، اپنی قومی آزادی
کے لئے وہ متحد نہ ہوئے، جس سے خود مختار بادشاہوں کی غیر محدود اختیارات کی روک تھام ہوتی اور مسلمان
ایک قوم کی حیثیت سے ایک دوسرے کے شریک ہوتے۔

ذرا تاریخ ملاحظہ فرمائیے کہ جتنی اندرونی جنگیں ہوئیں، کوئی بھی حقوق اور آزادی کے حاصل کر سکے
ہوئیں۔ جتنی اور اسیان ہوئیں، وہ یا تو مذہبی تھیں، یا کسی ذاتی یا قومی عداوت کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں،
مگر ہر حالت میں نتیجہ واحد تھا کہ کسی ایک قائدانہ کے لئے حکومت حاصل کر لینی غرض سے جنگ ہوئی،
اور فاتح نے فتح کے ساتھ ہمیشہ انتقام میں دہریہ بناؤ جبارانہ اور ظالمانہ کیا، جو خود اس کے ساتھ مفتوح نے
ایک زمانہ میں کیا تھا۔ کسی صورت میں بھی کہیں یہ بات پائی نہیں جاتی کہ قوم نے ایک نل ہو کر اپنے حقوق
اور اپنی آزادی کو حاصل کرنے میں فکر کی ہو۔ اسلامی تاریخ میں کوئی بھی واقعہ اس قسم کا نہیں ہے، جیسا کہ

رینیمڈ (Runymede) کے چھوٹے جزیرے پر انگلستان میں پیش آیا تھا، آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ انگلستان کی رعایا نے اپنے امر کی سرپرستی میں اسی مقام پر پادشاہ سے اپنی آزادیوں کے فرمان پر دستخط کئے تھے۔

قومی اتحاد جیسا کہ ہم آجکل یورپ میں دیکھتے ہیں ہم لوگوں میں کہی قائم نہوا۔ ایک قبیلہ، ایک خاندان چند روز تک حکمران رہا، اور اس کے بعد دوسرا اس کا جانشین ہو گیا۔ اسپین اور انگلستان دونوں کی نو سو برس پیشتر جو حالت تھی، اس کا مقابلہ کیجئے۔ اسپین کو پہلے افریقہ کے لوگوں نے فتح کیا، اور پھر عربوں نے، انہیں اگر بہت سے نو مسلم خاص وہاں کے رہنے والے شریک ہو گئے، اس طرح افریقہ سے بھی لوگ وقتاً فوقتاً وہاں آتے رہے اور بستے کئے، مگر ان سب لوگوں میں اسپین رفاقتیں اور اتفاق اور مذہبی عدالتیں قائم رہیں۔ انگلستان میں بھی نو سو برس پیشتر یہی حالت تھی، کہ خاص وہاں کے باشندے ڈنٹر اور سنگیکس اسپین لوٹے بھڑتے رہتے تھے، اسکے بعد نارنڈسی سے ولیم نے اس جزیرہ پر فوج کشی کر کے فتح کی۔ مگر وہاں ہی نگرزین تھیں کہ یہ سب لوگ غلط ملط ہو کر ایک ایسی قوم بن گئی، جس کے اغراض ایک، خواہشیں ایک، اور آزادی کے خیالات ایک، تھے۔ یہی وہ طریقہ ہے جسکی وجہ سے انگلستان کی آج عظیمت قائم ہے۔ وہاں کی رعایا ایک دل ہے، مگر غالباً اس ہی بہتر مثال مختلف افراد کے اتفاق کی امریکہ میں ملتی ہے۔ مختلف ملکوں سے جلاوطن ہو کر لوگ یہاں آباد ہوئے ہیں۔ انگریز (English) آئرش (Irish) اسکاچ

(Scotch) جرمن (German) ڈچ (Dutch) سویس (Swiss)

اسٹرین (Austrian) فرینچ (French) سویڈ (Swed) اور ڈین

(Dane) ہر قوم کے شخص امریکہ میں موجود ہیں، اور اب بھی جاتے ہیں، مگر حالت یہ ہے، کہ امریکہ کی ہوا کی نہیں، کہ خیال میں اور خواہشوں میں امریکہ کے باشندے بن گئے، گو مذہب مختلف ہوں

مگر یہ قومی خیال واحد ہے۔ آپس میں مختلف پڑھ لکھنے والے فرقوں میں کو کتنی ہی تفریق کیوں نہ ہو، مگر جہاں کسی دوسرے ملک کا نام آیا کہ سب کے سب ملکر ایک قوم ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ جوش ہے جو ہماری قوم کے سینہ میں کبھی ہو جزیرہ نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی مختلف قوموں میں اگر کوئی خیال عام ہے تو وہ مذہب ہے۔ اگرچہ یہ مسلمان ہیں، اور باوجودیکہ ہزار برس گزر چکے مگر قومیت کے لحاظ سے عرب عرب ہیں، ترک ترک ہیں، تلماری تلماری ہیں، ایرانی ایرانی، افغان افغان اور نسل نسل، ایک کو دوسرے کے ساتھ کچھ بہدر دی نہیں۔

چوتھا سبب

تعلیم اور تہذیب کے ترقی کا سلسلہ برابری نہ ہونا

باوجود اس بے نظیر اور قابل تعریف ترقی کے، جو کہ ہم مسلمانوں نے علم و تہذیب میں کی، ہماری ترقی اضافی اور محدود تھی، نہ اس کا سلسلہ برابری رہا، نہ وہ ایسے عام ہوئے، کہ ہر زمانہ اور ہر ملک اور ہر فرقہ کے مسلمان اس سے مستفید ہوتے، اور نہ وہ ترقی اس درجہ تک پہنچی کہ جس سے پیچھے ہٹنا اسلامی گروہ کو ناممکن بنایا، اور وہ علمی خیال، اور طبیعت کی آزادی، اور وہ دل کا جوش، اور وہ عالم انسانی بہدری اور وہ تحقیق کا شوق، جو کہ خاص خاص زمانے، خاص خاص ملک، خاص خاص فرقوں، میں پیدا ہوا تھا، قومی عادت، قومی خصلت ہو جانا، اور جس سے ادھام اور سوسے، بھول بھول جہالت کے نہرے دھرت کے پیرے اسلام کی زمین میں پیدا ہوئے، اور اس کے وہ بڑے نتیجے جو اسلام کو اٹھانا پڑے، نہ اٹھانے پڑتے۔ بلکہ بجائے اسکے ہماری علمی اور تمدنی ترقی محدود رہی۔ اگر کسی زمانہ کسی ملک، کسی فرقہ، میں کسی خلیفہ، یا بادشاہ کی توجہ اور حمایت سے فلسفہ اور حکمت کا پرچا ہوا، حکیم اور فلسفی جمع ہونے لگے، کتابوں کی تصنیف، اور علوم کی ترقی شروع ہوئی، لوگوں کے دلوں میں شوق پیدا ہوا، داعی قوتوں کو تحریک ہوئی۔

چند دن گزارنے پائے کہ اور کا جانشین دوسرے خیال کا سلطنت کے تخت پر بیٹھا، اور حضرات فقہاء اور سپر غالب آئے، اور اود کے خیالات بدل گئے۔ پہر کیا تھا وہ ساری کوششیں بند ترقی مسرود۔

اچھے سے اچھے زمانہ کو اشاعت علوم کے لیے اور تاریخ کے صفحے اوٹنے شروع کیجئے ایک صفحہ میں نظر آئیگا کہ روم اسکندریہ اور ایران سے صد ہا اونٹ کتابوں سہرے ہوئے چلے آ رہے ہیں، ترجمہ ہو رہا، فلسفہ اور حکمت کا بازار گرم ہے، دیر سے بن رہے ہیں، طلبہ کا ہجوم ہے، الیات، طبیعیات، منطق، سیت، ہندسہ کی تعلیم جاری ہے، فلسفہ کی کتابوں سے کتب خانے بہرے ہوئے ہیں، حکمت کی کتابیں سنہری الماریوں میں رکھی ہوئی ہیں۔ دوسرے ورق پوٹے ہی یہ سارا دفتر اوٹا نظر آئیگا، دوسری نقشہ دکھائی دیکھا، کوئی مفتی یا ملا صاحب ممبر پر بیٹھے ہوئے فلسفہ کی حرمت کا دغہ کر رہے ہیں، تحصیل حکمت پر کفر و الحاد کے فتوے جاری ہیں، کتابیں جل رہی ہیں، فلسفہ کا دفتر اولٹ رہا ہے، منطق، طبیعیات، کی نایاب کتابوں کو ورق بھٹ بھٹ کر ہوا میں اوڑ رہے ہیں، فلسفی شہر سے نکالے جا رہے ہیں حکیموں پر کوڑے پڑ رہے ہیں۔ غرض کہ اب اتنی آزا دی ملی، کہ دماغی ترقیوں کا سلسلہ مسلسل کسی لمبے زمانہ تک جاری رہا ہو، اور ادہام اور وسوس کی سخت اور مضبوط پٹریاں علم و تہذیب کے پائوں میں بٹالی گئی ہوں۔ اگرچہ اسپر بھی روش غصہ عالی دماغ مسلمان جو عالم کا ذائقہ چکھ چکے تھے، علم کے قائم رکھنے میں کوشش کرتے رہے، اور اودن غلطیوں کے درست کرنے میں، جو علوم و فنون کی ترقی کے مانع ہوئے نہایت ساعی ہے، مگر یا وہ تروہم کو عقل پر، اور دوسو سو کو علم پر، اور فقہاء کو علم پر غلبہ رہا، اور فلسفہ اور حکمت کی ترقی نہ ہونے پائی۔ اس وقت میرے ہاتھ میں ایک رسالہ ہے جس میں اودن کتابوں کے نام لکھے ہیں جو پہلے زمانہ میں عرب کے مدرسوں میں پڑائی جاتی تھیں۔ اود کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بغداد، یشاہ پور اور دمشق وغیرہ بڑے بڑے اسلامی کالجوں اور مدرسوں میں کس قسم کی کتابیں پڑائی جاتی تھیں۔ مجھے افسوس کہ کتنا پڑنا ہے کہ اودن دسی کتابوں میں فلسفہ کی کتابوں کے نام بہت ہی کم ہیں۔ بغداد کے

مدرسہ نظامیہ میں ۳۶ کتابوں کے نام ہیں، ان میں صنفِ دو کتابین منطق اور معقولات کی ہیں وہ بھی مسمو
 نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں ۱۲ کتابوں کے نام ہیں جو سب مذہبی ہیں۔ اس طرح ۳۷ مختلف مدارس میں
 ۴۶ کتابوں کی تفصیل ہے جس میں ایک کتاب بھی حقیقت وہ نہیں ہے، جس پر فلسفہ اور حکمت کا اطلاق ہوا
 اور ایک دوسری بڑی ضخیم کتاب لندن کی چھپی ہوئی اس وقت میرے پاس موجود ہے، جس کے ۴۰ صفحے
 ہیں اور اس میں اون کتابوں کی فہرست ہے جو کہ اب صک رہے، مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں، اس میں
 ۱۱۰۰ کتابوں کے نام ہیں، ان میں صنفِ ۷۷ کتابین منطق وغیرہ کی ہیں اور وہ بھی سب معمولی، جتنی جتنی
 قطبی اور صدرہ کے پڑھے والے بھی جانتے ہیں، کوئی کتاب عزیز الوجود ان میں وہ نہیں ہے جو نامی
 مسلمان فلسفیوں نے تصنیف کی تھیں اور جن میں سے بعض بعض اب جرمن و لندن اور پیرس کے کتب خانوں میں
 پائی جاتی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ ہمارے یہاں کی یونیورسٹیوں میں حکمت و فلسفہ کی تعلیم عام
 پر ہوئی اور نہ عموماً لوگوں کو ان علوم کا شوق تھا۔ انکی تعلیم ناگلی طور پر ہوا کرتی اور خاص خاص خاندان یا خاص
 خاص اشخاص ان علوم سے واقف ہوتے۔ ان علوم کی تعلیم کتنی کچھ تو مذہبی عقاید میں خال آنے کے خیال سے
 نہ ہونے پائی اور کچھ اس کے غیر مفید ہونے سے۔ اس لئے کہ جو علوم ایسے تھے کہ بکار نہ تھے ہی، تنہا پر نہیں پڑھنا سنا
 اور جو مفید بھی تھے وہ تمام مسلمان ملکوں میں پھیل گئی جیسے کہ طب یا ادب کے بعد حساب اور ہندسہ اور جو علوم مشکل
 اور دقیق اور نظری تھے، جو ذہن اور عقل کی جلا، اور صفائی کے لئے تو بہت مفید تھے مگر ان سے کچھ فائدہ
 نہ تھا، انکی عام ترقی نہ ہوئی۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں اشاعتِ علوم کے سامان ہی
 ایسے جمع نہ تھے، کہ علوم کی عام ترقی کی امید ہو سکتی اصلی اشاعتِ علوم کی تو چاہیے سے ہوئی تا یہ سچ ہے
 کہ ایسی اشاعت جیسے کہ اس زمانہ میں ہے، ہوئی ناممکن تھی، مگر وہ علوم جنکا مسلمانوں کو شوق تھا یا
 ضرورت، اسی زمانہ میں خوب پھیل گئے اور بڑی بڑی مبسوط اور موٹی کتابیں نقد وغیرہ کی ہر کتاب بلکہ ہر معزز
 مسلمان کے گھر میں نظر آئے لیکن۔ اگر علوم حکمیہ کا بھی ویسا ہی شوق ہوتا، تو بلاشبہ اسی نسبت سے ان

علوم کی بھی اشاعت ہوتی۔ ان علوم کی عام ترقی نہ پانے کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شکل اور دقیق علوم کسی زمانہ میں ایسے عام نہیں ہوئے کہ اوسکا اثر عوام پر پہنچے، ہمیشہ خاص فرقوں اور خاص خانہ داریوں بلکہ خاص شخصوں سے مخصوص رہتے ہیں، مگر غلطی یہ ہے کہ اوسکی ترقی کی فکری یا تاریخ یا طب کی طرح ایسا کیا جاتا ہے یہ سچ ہے مگر اول تو جس نسبت سے دوسرے دقیق اور شکل مند ہی، علوم پھیلے، اوس نسبت سے ان علوم کی اشاعت نہ ہوئی، دوسرے ہر زمانہ اور ہر وقت میں اوسکی روک ہونی رہی، اور ہمیشہ یہ حال رہا کہ سید و شریف و شیعہ قائمہ کے لئے علم ہوا، مگر عام ہونے سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ یہ توقع کیجاتی کہ ہر مسلمان اوس سے مستفید ہوتا، اور ہر شخص حکیم اور فلسفی ہو جاتا، مگر یہ علوم اگر روکے جاتے اور مفید بھی ہوتے اور جو لوگ علوم حاصل کرنے والے تھے وہ مذہبی اور دینی علوم کی طرح اسے ہی حاصل کرتے اور اسے اویں نسبت پھیلاتے تو بلاشبہ دماغی قوتوں کی تحریک قائم رہتی، نظر بلند، دماغ عالی، خیال روشن، تحقیق کا شوق باقی رہتا، اور وہ کیڑ اور سرن کی پیروی کرنے کا جو مسلمانوں کے دماغ کو کھانے لگانے لگنے پاتا۔ مگر جب اوسکی روک، اور شوق کے نہ ہونے سے اوسکی عام ترقی نہ ہوئی، اور ہمتوں کی پستی اور دماغوں کے ضعف نے مذہبی علوم میں تقلید کا خیال پیدا کر دیا، اوسکا اثر عقلی علوم پر بھی پڑا، اور علوم حکمیہ کی تعلیم بھی تقلیدی طور پر ہو گئی، اور جیسا جیسا زمانہ گزرتا گیا، رسم اور نام کے سوا اسے، اون علوم کی تعلیم سے جو اصلی غرض تھی، فوت ہو گئی۔

آپ پہلی کئی صدیوں پر نظر ڈالئے۔ کیا آپ ایسے عالم بنا سکتے ہیں، کہ جو علوم حکمیہ کے عالم تھے، مگر انہوں نے اپنے متقدمین کی طرح کسی قسم کی ایجاد یا کوئی نئی بات دریافت کی۔ آپ کیا یہ نام بنا سکتے ہیں جسے مجھ میں سوسلی کی طرح جو مقابلہ اور علم شلٹ میں ترقی کی ہو، ابوعلی الحسن یا کوئی شخص ہو، جسے علم یا دماغ میں نہایت باریک اور دقیق تحقیقاتوں سے یورپ کے حکیموں کی سنہری نہر میں جگہ پائی ہو، بہ نسبت السعدی کے مقابلہ میں آپ کسی کا نام لے سکتے ہیں جسے نور کی رفتار کا اندازہ

نکالا، اور اس سے دلائل سے ثابت کیا، عبدالرحمن صوفی کا نظریہ بتائیے جس نے سیاروں اور ستاروں کی تصویر کھینچنے میں زرقی کی ہو، ابوالقاسم سماعتی کون ہوا ہے جس نے تجارت کے مہول پر عمدہ کتابیں لکھی ہوں، ابورشد اور ابو طیفل کی مانند ہونا تو ایک طرف، ان کے نام جاننے والے اور ان کی تصنیفات فیض اٹھانے والے کتنے ہوئے ہیں۔ للہ انصاف کیجئے اور فرمائیے کہ باوجود جاری رہنے تعلیم حکمت و فلسفہ کے، اور باوجود سیکھنے علوم معقول کے، اور باوجود کہلانے عالم علو عقل کے کیوں مسلمانوں میں ایجاد اور تحقیق کی قوت جاتی ہی، اور کیوں وہ اپنے بزرگوں کی طرح محقق اور موجد نہ ہوئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ تقلید کی عادت نے حکمت فلسفہ میں بھی ان کو تحقیق کا شوق نہ دلایا، اور جو استعداد ایجاد اور نبی با توں کی دریا کی تھی، اس سے کام نہ لیا، اور بطرح دینی مسائل میں الجھتا دھچھوڑ دیا، معقولات میں بھی چند کتابوں کے پڑھنے اور چند مسائل کے سیکھنے اور اس سے تنگ اور تاریک دایرہ میں گھومتے رہنے پر قناعت کر لی۔

هكذا اضعف العالم في القسارون السابقة فليكن الظن بزمانك هذا وقد انقضى الامم والى ان مظهر الامم لم يهد من لستبه الى الجنون فالاولة ان يشتغل الانسان بنفسه و يسكت يون هي اكله زمانه من عام ضعيف هوا۔ سوا کچل کا کیا ذکر ہے اور ابوبہان تک نوبت پہنچی ہے کہ ان کا نظارہ کر نیا الاشخص جنوں کی طرٹ مروب کیا جاتا ہے پس بہتر یہ ہے کہ انسان اپنا کام کرے اور چپ رہے۔

پانچواں سبب

غلط مذہبی خیالات

اس سبب کو میں مسلمانوں کے دین اور دنیا، علم و تہذیب، پولیٹیکل اور سوشل، مغر ضکے تمام چیزوں کے زوال کا اصلی سبب سمجھتا ہوں، اور سبب بھی ایسا عام کہ جس سے کوئی ملک اور کوئی فرقہ نہیں بچا، اور جو اب تک

ہیکو بار اور افلاس کے تائیک غارسے اوبھرنے نہیں دیتا۔

جب ہم دنیا کے مختلف حصوں کے مختلف فرقوں کے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں، تو باوجود اختلاف کے جو انہیں
پائے جاتے ہیں، ترقی نہ کرنے میں ہم سب کو مستحضر متفق پاتے ہیں۔ ذرا آنکھ کھول کر دنیا کے چاروں حصوں
پر نظر ڈالئے، اور جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، اُنکی حالت دیکھئے، سب کو یکساں پائے گا۔ سلطنت اور
ریاست اور اسکے ہاتھ سے نکل گئی، اور جہاں برائے نام کچھ باقی ہے، اگر ماندہ شے ماندہ شے دیکھنی ماند کا
نقصہ ہو رہا ہے، افلاس اور ادوار چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، دولت اور عزت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے، علوم و فنون میں
دنیا کی سب قومیں آگے بڑھ رہی ہیں، تہذیب و تالیف کی میں مذہب تو کوئی نہ رہتا ہے، گویا نام خارج ہو رہا ہے،
زمانہ کی رفتار کے ساتھ کہیں چلتے ہوئے نظر نہیں آتے، داعی و دوزخیں دوسری تو ان کے ساتھ دکھائی نہیں
دیتے، ماہر یہ حالت ایسی عام ہے، کہ جہاں دیکھو اور جس حصہ کے مسلمانوں پر نظر ڈالو کوئی اس سے خالی نہیں ملتا،
عجمی ہو یا عربی، ہر کی ہو یا مسیحی، ایرانی ہو یا ہندی۔ اس علم نتیجہ کا، جو ہم ہر جگہ یکساں پاتے ہیں، سب کچھ ہی علم ہونا
چاہیئے، وہ سب کیا ہے؟ مسلمانوں کے مذہبی خیالات کا بگاڑنا، پاک مذہب کی پاک تعلیم میں جو تلوہات اور سمون
اور انسانی خیالات کا ملکا رکھ لی حالت پر رہنا۔ یہ بحث اتنی بڑی اور وسیع ہے، کہ اگر اچھا تمیز اچھی وقت نہ لاسکی تفصیل سے
بیان کرنے، اور اچھا اور سیر ہو کر لانے کیلئے لون، تو غالباً آپ معاف فرمائیگا، اور ذرا دل لگا کر میری بات سنیں گے۔

اول یہ سوچنا چاہیئے کہ اسلام جس زمانہ میں ظاہر ہوا، اور وقت دنیا میں بہت سے مذہب موجود تھے۔
آتش پرستوں اور بت پرستوں والوں کو جانے دو، توحید اور انجیل کے ماننے والے اہل کتاب ہیود و نصاریٰ بھی
اپنے اپنے مذہب پر قائم تھے۔ ان مذہبوں کے ہوتے ہوئے ضرورتاً اسلام کی دعوت کیا ہوئی، اور کیوں
محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) بھیجے گئے، اور کیوں آئندہ کے لئے رسالت اور پیغمبری اوس پرانی آیت
پر ختم ہو گئی۔ اسکا سبب یہ تھا، کہ اوس زمانہ میں کوئی مذہب اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہتا تھا، خدا کی وہ تعلیم جو پڑی
اور عیسیٰ نے دی تھی، اپنی اصلی حالت پر نہ رہتے تھے، مذہبی پیشواؤں اور دنیا کی سرزادوں اور غرض اور میون کے سمون اور دھون

اور خود غرضیوں سے اوسے بگاڑ رکھا تھا، اور مذہب انسان کی ترقی کا مانع، اور مزامم مہر ہاتھا، روحانی نیکیاں باقی نہ رہی تھیں، تحقیق اور سمجھ بوجھ سے کام لینے کی عادت جاتی رہی تھی، تقلید اور بزرگوں کی باتوں کے ماننے پر دین کا مدار رکھ گیا تھا، کوئی جوگی بن رہا تھا، کسی کو رہبانیت کا خطا تھا۔ غرض کہ ایک عام تاریکی لوگوں کے دل پر چھا رہی تھی، اور روحانی تعلیم کا اثر باقی نہ رہا تھا۔ ایسے وقت میں خدا نے اُن خرابیوں کی اصلاح، اور جہالت کی تاریکی دور کرنے کے لئے محمدؐ عربی کو بھیجا، تاکہ سچا دین خدا کے بندوں کو سکھایا اور ابراہیمی مذہب جاری کیا جاوے۔ وہ سچا دین اور ابراہیمی مذہب کیا تھا۔ اسلام اور اوسکے کیا معنی خدا نے بتلائے اور اوسکی کیا تعریف کی؟ فَطَرَ اللَّهُ الَّذِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهِمَا خُطِرَ خدا کی فطرت حسیں اوسنے لوگوں کو پیدا کیا، چونکہ وہ مطابق تھا انسانی فطرت کے، جس میں نہ کوئی مہر نہ تھا نہ پھیلے، جو انسان کی سمجھ میں نہ آوے، نہ اوسمیں کوئی ردک اور سختی جو انسان کی ترقی کو روکے، ہا سیکے اوسکی سنا دی بھی عام اور کافۃً لِلنَّاسِ ہوئے، اور چونکہ خدا نے وعدہ کر لیا تھا کہ نَحْنُ الَّذِي كَسَّوْنَا لَكَ وَاثِقًا لِّمَا فَطَرْنَا ہمیں قرآن اوتارا اور ہم ہی اوسکے محافظ ہیں، اوس تعلیم کی پاک کتاب کی بے تحریف اور بغیر تیل کے ہمیشہ موجود رہنے کا۔ اسلئے کسی نبی کے بھیجنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ آئندہ کی غلطیوں، اور اور جھوٹے خیالوں، اور بیہودہ رسوموں کی اصلاح، اگر مذہب اسلام میں خلط ملط ہو جاوے، مجددین اور مصلحین پر چھوڑ دی گئی۔ اگر اسلام انسان کی ترقی کا مانع ہوتا، اور زمانہ کی رفتار کے ساتھ وہ چل نہ سکتا اور ذہنی اور دماغی ترقیوں کا محرک ہو نیکیے بجائے حائل اور مانع ہوتا اور جیسا کہ ایک ریگستان اور پہاڑی ملک کے چشتی قوموں کی ترقی دینے والا ہے تہذیب یافتہ ملکوں کی ترقیوں کا معین اور حامی نہ ہوتا، یا ہمارے پاس کوئی ذریعہ اوسکے اصلی تعلیم کے تحقیر کر دینا باقی نہ رہتا، تو نہ اوسکی دعوت عام ہوتی، نہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوتا۔ اب ہنکو دیکھنا چاہیے کہ سچا اسلام کیا ہے، وہ اوس استعداد کا کام میں لانا ہے جو خدا نے انسان میں رکھی ہے، جسکے سبب سے ہر آدمی تکلیف شرعی کا سکھت ہوا ہے، وہ استعداد کیا ہے سمجھنے کی قوت، جسے اہل علم عقل کہتے ہیں

اور اہل شرع ایمان؛ دو نون ایک ہی چیز ہیں۔ کیا خوب فرمایا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے۔
 كُلُّ آدَمِيٍّ قَطْرٌ عَلَى الْإِيمَانِ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ بَلَّ عَلَى مَعْرِفَةِ الْأَشْيَاءِ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ
 ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے کہ خدا سے عزوجل پر بلکہ حقائق اشیا کو کما ہی پر یقین لاسے۔ اور نون
 نے ایمان کی گویا تعریف کی ہے کہ اَلْإِيمَانُ مَعْرِفَةُ الْأَشْيَاءِ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ اِيمَانُ کے معنی
 ہیں اشیا کو اس طرح جانا جیسے کہ وہ واقع میں ہیں؛ اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا كُلُّ مَوْلٍ لِرَبِّهِ
 عَلَى وَطَرٍ اَلَا سَلَامُكُمْ ثُمَّ ابْوَاہُ يَهُودَ اَنَّهُ وَيَصْرَا اَنَّهُ وَيُحْشَاہُ ہر شخص فطرت اسلام پر
 پیدا ہوتا ہے ہر او کے باپ اس کو یہودی۔ نصرانی۔ مجوسی کر ڈالتے ہیں؛ اسی سے انسان نیکی
 بدی اور برے سے بدی کو پہچان سکتا ہے۔ قَالَ لَهَا فَجُوسَہَا وَتَقُولُہَا پس خدا نے گناہ اور برائی کی
 اونکے دل میں ڈالی؛ اسی کے کام میں لانے سے وہ فرشتہ سے بڑکھ پاک، اور بیکار کر دینے سے
 بدتر از حیوان ہو جاتا ہے، قَدْ اُخْلَجَ مَرَدٌ نَرَاکَہَا وَقَدْ خَابَ مَرَدٌ دَسَلَاہَا کا سیاب ہو وہ شخص جسے کو
 پاک کیا۔ اور نا کا سیاب رہا وہ شخص جسے اس کو را لنگان کیا۔ اسی استعداد سے ایک بدوی اور جنگی صوف
 خدا کے آسمان وزمین کو دیکھ کر اوس کی کیمائی کا اقرار کرنے لگتا ہے، اور اسی استعداد سے ایک عظیم فلسفی
 اوس کی قدرت کی باریکیوں، اور اوس کی صنعت کے حیرت انگیز عجائبات کو سمجھ کر ہکا بکا رہتا ہے۔ سَبَّحَ
 مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا۔ جب اسلام فطرت الہی کے مطابق ہے، اور علم حقایق الاشیا، اور اوس کی
 تعریف اور علت غائی ہو، تو سمجھ لیا جاوے کہ کوئی چیز جو خلاف فطرت ہو، جو انسان کی دماغی قوتوں
 اور روحانی خوشیوں، اور دنیاوی ترقیوں، کو روکے، اسلام اس کا کبھی حامی نہ ہوگا، اور ہم یقیناً کہتے ہیں کہ
 کبھی نہ تھا اور نہ آئندہ ہوگا۔ مگر باوجود اسکے ہم دیکھتے ہیں کہ کیا علوم کی تحصیل، کیا کمالات کا کتساب،
 کیا دماغی قوتوں کو کام میں لانے، کیا دنیاوی ترقیوں کے حاصل کرنے میں، ہمیشہ یہی خیال ہارج رہا،
 علمی ترقیاں اسی حیلہ سے رہی گئیں، معقولات اور فلسفہ کی اشاعت اسی خیال نے پورے طور پر نونہ دی

حقائق اشیاء کی تحقیقات کو ہمیشہ اسی نے روکا اسی نے دوسری اچھی باتوں کو سیکھنے نہ دیا، پولیٹیکل یا سوشل کسی ترقی میں زمانہ کی رفتار کے ساتھ ہلکے چلنے نہ دیا، جہاں کوئی چیز کیسی مفید کیون نہ ہوئی، کسی نے مسلمانوں میں جاری کرنی چاہی، اور وہ ذرا بھی مروجہ خیال، موجودہ رسم، قومی عادات کے خلاف نہ ہوئی اور پھر امت کا حکم جاری ہوا، اور جاری کرنے والے کیلئے کھر کئی بڑی بڑی کالی مہروں کے فتوے تیار اور اگر حکومت بھی اسلامی نہ ہوئی تو نفی بلد اور قتل کی سزا بھی موجود۔ تو اب ہلکے چلنے نہ دیا، چاہیے کہ کیا مذہبی خیالات ہماری ترقی کے مانع ہیں یا نہیں، اور جو مذہبی خیالات ترقی کے مانع ہیں، وہ خیالات اصلی مذہب کی تعلیم سے پیدا ہوئے ہیں اور درحقیقت اسلام نے ہلکے چلنے کے مانع ہیں یا یہ غلط اور جھوٹے خیالات ہیں اور اسلام ان سے پاک اور منزہ ہے۔

اگر کوئی کہے کہ مذہبی خیالات ترقی کے ہمیشہ مانع ہوئے، اور مانع ہیں، اگرچہ یہ ایک جرم ہوگا جسکی سزا اگر ممکن ہو تو قتل و زندہ قتل، کفر، کافروں سے تو ضرور۔ مگر واقعات کو کوئی بدل نہیں سکتا پچھلے زمانے اور پچھلے اسلامی سلطنتوں کو جانے دیجئے، اس صدی میں جو زوال مسلمانوں کا ہوا، اوسیکے اسباب میں سے سب سے بڑے سبب کی تلاش کیجئے، تو انہیں خیالات کو اصلی سبب پائیگا، بظاہر زوال مسلمانوں کا انکی سلطنت کا جانا تھا، وہ جیسے کہ اس صدی میں ہوئے، ہزار برس کے گزشتہ زمانہ میں کبھی نہ ہوئے تھے، اسکا سبب صرف مذہبی غلط خیالات ہیں، ساری مسلمانی دنیا پر نظر ڈالئے اور بخارا سے ٹونس تک خیال کیجئے، کونسا خطہ کونسا حصہ مسلمانی آبادی کا ہے، جہاں علوم سے نفرت، فنون سے غفلت، نئی چیزوں کے جاری کرنے کا خوف، نئی باتوں کے سیکھنے کا، ڈرنہ تھا یا اب نہیں ہے۔ اگرچہ اسکا سبب کین غفلت بھی ہو مگر مسلمانوں کی جُستی، تیزی اور چالاکی، جو کہ اب تک دوسری چیزوں میں پائی جاتی ہے، کیا ہمارے دل سے قبول کر سکتی ہے کہ صرف غفلت ہی اسکا سبب ہے، مگر نہ نہیں، بلکہ دماغی قوتوں کا سکون اور ٹیکنک قوت، اور حلت اور حرمت کی بحث، اور ملاؤں کے کفر کے فتوے اس کے اصلی سبب ہیں۔

زمانہ میں تو ایسی حیرت انگیز تبدیلی ہو گئی، کہ تلوار کے بدلے علم سلطنت کا مالک ہوا، شجاعت کی بجائے ہنر نے حکومت کو اپنے قبضہ میں کیا، انسانی قوتوں نے وہ چیزیں ایجاد کیں کہ قدرت کا حیرت انگیز تماشا نظر رہا ہے، ساری قوموں نے یورپ کے کچھ نہ کچھ اوس سے فائدہ اٹھایا، اور اس علمی دولت کا حصہ لیا، مگر مسلمان اپنی بہادری اور شجاعت پر نازاں ہے، اور زمانہ کی تبدیلی کا اندازہ نہ کر سکے، ہر نئی چیز کو حرام اور ہر نئی بات کو بدعت سمجھے، اور ملاؤں اور مفتیوں کے فتوے کے نظر ہے۔ اور یہ خدا کے نیک بندے دنیا کی چال سے بے خبر، زمانہ کی رفتار سے ناواقف، ہر نئی بات سے ڈرتے اور روکتے ہیں۔

نہ علم کو سیکھنے دیا، نہ کسی ہنر کے جاری ہونے کے روادار ہوئے۔ ترکی کو دیکھتے تو وہ خود یورپ کا ایک ٹکڑا ہے، جہاں چاروں فنون و علوم و فنون کی روشنی پھیل رہی تھی، جہاں کی چھٹی سی چھٹی ریاست اور جوشی سی جوشی سلطنت ترقی کر رہی تھی، اور یہ نہ زبردست اور قوی سلطنت باوجود بی نظیر بادری اور خدا و شجاعت کے روز بروز رکتی اور ڈوبتی گئی۔ یہاں تک کہ سوائے ایک پھول باغ کے کچھ بھی اوس کے ہاتھ میں نہ رہا۔ روس جو سب سے زیادہ جوشی تھا وہ اوس سلطنت پر غالب آگیا، جو ایک صدی پیشتر اوس سے ہر طرح پر زبردست اور قوی تھے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ روس نے ہر قسم کی اصلاح کی، ہر قسم کے فنون جاری کرنے میں کوشش کی، اور ترکی کو غلامی ہی خیال اور علما کے فتوؤں نے کچھ کرنے نہ دیا، نہ ہی دربار اور نئے ہتھیار تک جاری نہ ہو سکے جب تک ہزاروں سیاہی اور سیکڑوں مقصوب جو کہ اوس کے استعمال کو نہ رہے خلاف سمجھتے تھے۔ نہ مارے گئے اگر مثل ایک اس واقعہ کے اور چند واقعات اس طرح کے پیش آتے اور روشن ضمیر سلطان اور عالیہ یارغ وزیر سلطان محمود کی پیروی کرتے اور کم سے کم رو بہ رہی کے موافق ملکی اصلاحیں کرتے، اور علوم و فنون کو ترقی دیتے تو آج یہ روز سیاہ اذلو کیوں نصیب نہ اور ہکو اذینہ مرثیہ پڑھنے کی نوبت کیوں آتی۔ ترکی کو بھی جانے دیجئے، اپنے ملک ہندوستان کو کچھ اور اپنی قوم پر نظر کیجئے، کہ مسلمانوں کی تباہی کا روز بروز تباہ ہوتے جانے کا کیا سبب ہوا، سلطنت انگریز

میں وہ نسل اور قوم کے ہر طرح کی ترقی کر سکتے تھے، اور ان نعمتوں جو اس سرکار کے سایہ عاطفت میں دوسری قوموں نے حاصل کیں، وہ بھی حاصل کر سکتے تھے، اوس سے محروم رہنے کا کیا سبب ہوا، پھر وہی کتنا چڑیکا کہ مذہبی غلط خیال، انگریزی پڑنا حرام سمجھتے ہیں۔ علم و نکو عقاید میں خلل انداز خیال کرتے ہیں، اور انکو کالجوں اور مدرسوں میں کرستان ہوا جیسے خوف سے جانے ندیا، نیک علوم و فنون کو کفر کے فتوے سے سیکنے نہ دیا۔ کیا وہ زمانہ یاد سے جانا جاوے جب ہمارے دین کے خلاف، اور قوم کے عاشق، اور اسلام کے شفیق، سید کا دل مسلمانوں کے حال پر چڑھا، اور انکی مصیبت اوس سے دیکھی گئی اور وہ اپنے ڈوبتے ہوئے بھائیوں کے بچانے کے لئے گھر سے اور عین سمندر میں کود پڑا، اور مجنونانہ طور پر انکی تعلیم و تربیت کی جو محنت میں لگا، کس چیز نے انکی کوشش کو روکا، اور کس خیال نے اوس سے دوست کو قوم کی نظر میں دشمن بنایا اور صرف مذہبی غلط خیال نے، کیا جرم تھا اوس پاک بے گناہ سید کا جسکی سزا میں وہ کافر ٹھہرا، کیا حفاظتی تھی اس دل و جان کے فکر کرنے والے نے جسکے بدلے وہ قوم کی نظروں میں واجب القتل ٹھہرا یہی نہ کہ وہ انکی ترقی چاہتا تھا، اور جو چیزیں کہ ترقی کی مانگتیں اور انکو راہ سے ہٹانا چاہتا تھا اور وہ ترقی قوم کی نظروں میں افریقہ کے خیالوں میں مذہب کے خلاف سمجھی جاتی تھی، اسی لئے اوسکے کفر والی اس کے فتوے مکہ مدینہ سے منگائے جاتے تھے، کیا میرا یہ کہنا غلط ہوگا اگر کہوں کہ جیسا کہ سرسید پر، اگر انگریزی حکومت نہ ہوتی، تو وہ فتویٰ ضرور جاری ہوتے، اور بغیر قتل کے صرف نفی بلدا سے بڑے جرم کی سزا کبھی کافی نہ سمجھی جاتی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جنبہ تک سرسید نے اپنی خداداد قوت، اور بے نظیر استقلال، اور لائٹانی عالیہ راغبی، اور حیرت انگیز روشنفیری، اور سچی محبت اسلام، اور یہ باہر دہی سے ان غلط خیالات کی غلطی ثابت کی، اور رسواؤں کے مضبوط بندوں کو جبین ہر جگہ سے ہوئے اور جسکو غلطی سے مذہبی بند سمجھے ہوئے تھے نہ توڑا، تعلیم اور تربیت اور معاشرت کی ترقی کے راستہ پر پہنچنے۔

قدیم تک نہ رکھا۔ آج اس بڑے اور عظیم الشان جلسہ میں جو اتنی پاک صورتیں مسلمانوں کی دکھائی دیتی ہیں،

اور جو اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور انکی ترقی کی تہریریں سوچنے اور انکے بھلائی کے راستے نکالنے کے لئے جمع ہوئے ہیں کیا کبھی ہمارے نظر میں اگر وہ غلط خیالات قائم رہتے، اور سرسید کے دلیہ اثر کرنے والی بلکہ دل کے پکپکا دینے والی تحریروں سے قوم کی طبیعتیں نہ بدل گئی ہوتیں۔ کیسے کیسے عالیہ باغ اور روشنی، عالم اور فاضل، ادیب اور شاعر، خوش تحریر اور خوش تقریر مسلمان یہاں جمع ہوں اور انکے قوادماغی اور روشن خیالوں سے کسی کی کچھ قوم فائدہ اٹھا رہی ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اگر سرسید نے غلط خیالات کی غلطی ثابت نہ کر دی ہوتی تو آج یہ قومیں کچھ کام تھیں۔ میرے نزدیک تو وہ روشن خیالات جو آج قوم کے دل کو نور و روشن کر رہے ہیں دماغوں ہی کو فانوس میں بجھ کر رہ جاتے اور انکی نورانی شمعیں دل و دماغ سے باہر ہی نہ نکلے پاتیں۔

غرض کہ اس سے کوئی اب انکار نہیں کر سکتا کہ مذہبی غلط خیالات ہماری ترقی کے مانع ہیں، اور مانع سمجھے جاتے ہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ خیالات اصلی مذہب کے سچے خیالات ہیں، اور اسلام نے ہمارے سکھائے ہیں یا اسلام ان سے پاک و منزہ ہے۔ میں کہتا ہوں اور بکا کر کہتا ہوں بلکہ جو اس سے انکار کرے اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں، کہ اسلام ان خیالات سے پاک، اسلام ان لغویات سے منزہ اسلام ان باتوں سے بیزار ہے۔ اور یہ نہ سمجھو کہ یہ میرا قول ہے، یہی قول ہے ان تمام سچے اور پاک مسلمانوں کا جنکے دماغ خدا کے نور سے روشن تھے، یہی خیال ہوا ان اماموں اور بزرگوں کا جو کہ مقتدار اسلام اور پیشوا دین تھے۔ جو کہتا ہے کہ علوم عقلی علوم شرعی کے متناقض ہیں، وہ خود غلطی کرتا ہے جو سمجھتا ہے کہ تحقیق شرع کے خلاف ہے، وہ خود خدا کے کلام کو نہیں سمجھتا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **وَقَدْ ظَنَّ مَنْ يَنْظُرُ اِنَّ الْعُلُومَ الْعَقْلِيَّةَ مُنَادِفَةٌ لِلْعُلُومِ الشَّرْعِيَّةِ وَاِنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا عَزِيزٌ مُمَكِنٌ** **هُوَ ظَنٌّ صَادِقٌ**۔ ترجمہ **رَفَعْنَا عَيْنَ الْبَصِيرَةِ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ**، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ علوم عقلیہ علوم شرعیہ کے مخالف ہیں۔ اور یہ کہ دونوں میں جمع کرنا غیر ممکن ہے۔ لیکن یہ گمان اس لئے پیدا ہوا کہ

او کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہیں لغو و بامعنی۔ امام فخر الدین راہی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
 إِنَّ اللَّهَ لَعَالِمُ الْأَسْرَارِ بِالْغَيْبِ فَقَالَ أَخْلَا بَيْتَهُمْ فَوَنَازِلَهُ يَنْظُرُونَ فِي مَكَلُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ - اِقُولُهُ
 وَكُلُّ ذَلَالٍ يَدُلُّ عَلَى وَجُوبِ النَّظَرِ وَالْإِسْتِدْكَالِ وَالْتَّفَكُّرِ وَذَمِّ التَّقْلِيدِ كَمَا دَنَى عَنِ النَّظَرِ وَالْإِسْتِدْكَالِ
 كَمَا دَنَى عَنِ الْقُلُوبِ وَجُوبِ الْأَشْيَاءِ وَمَنْ عَمِلَ فِي التَّقْلِيدِ كَانَ عَلَى خِلَافِ الْقُلُوبِ فَاعْلَمْ وَفَاقِ دُرِّ الْعُلَمَاءِ
 خدا نے غور و فکر کا حکم دیا۔ پس کہا ہے۔ کہ کیا وہ لوگ نہیں سوچتے۔ کیا وہ آسمان زمین کی سلطنت
 کو نہیں دیکھتے۔ اور یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نظر اور استدلال اور فکر واجب ہے
 اور تقلید مذموم ہے۔ پس جو شخص نفور استدلال کی طرف بلاتا ہے وہ قرآن اور طریقہ انبیاء کے موافق ہے
 اور جو شخص تقلید کی طرف بلاتا ہے وہ قرآن کے مخالف اور کافروں کے مذہب کے موافق ہے۔
 ابن تیمیہ کا قول ہے کہ وَمَا عَمِلَ الْمُتَكَلِّمِينَ وَغَيْرِهِمْ فَهُوَ فِي الْقُرْآنِ أَحَدُ تَقَرُّرَاتِهِ وَأَحَدُ تَقَرُّرَاتِهِ
 جو کچھ متکلمین وغیرہ بیان کرتے ہیں وہ قرآن میں زیادہ خوبی اور وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ امام غزالی
 کی نصیحت ہے وَمِنْهَا أَنْ يَكُونُوا عَمَلًا فِي دَعْوَاهُمْ عَلَى بَصِيرَتِهِ وَإِدْرَاكِهِ بِصَفَاءِ
 قَلْبِهِ لَا عَلَى الصُّحُفِ وَالْكِتَابِ وَلَا عَلَى التَّقْلِيدِ مَا لَيْسَ مَعَهُ مِنْ غَيْرِهِ۔ اور انہیں سے
 ایک یہ سب علم و مہم میں اس کا اعتماد اپنی سمجھ اور ادراک پر ہو۔ یعنی دل کی صفائی پر نہ نہ صحیفوں اور
 کتابوں پر اور نہ ان باتوں کی تقلید پر جنکو وہ غیر دین سے سنتا ہے۔
 ان غلط خیالات نے حکوت قری سے باز نہیں رکھا، بلکہ ہمارے پاک اور سچے اور بیدار مذہب کو بھی جو
 دنیاوی ترقیوں کا بھی ایسا ہی ترغیب دینے والا ہے جیسا کہ روحانی خوشیوں کا تعلق کرنے والا، بنام
 کر دیا ہے، اور ہمارے مذہب کے مخالفوں کو اعتراض کرنے اور اوپر نہر سے کاموقع دیا ہے۔ چنانچہ
 ایک متعصب عیسائی کا قول ہے کہ عیسائیت اوس بڑی سی بڑی خوشی کی، جو قادر مطلق نے
 انسان کو دی ہے صرف موافق اور مطابق ہی نہیں ہے، بلکہ اوسکو ترقی دینے والی ہے، اور بخلات

اسکے اسلام اور سکھ خراب کرنے والا اور ذلت میں ڈالنے والا ہے۔ سر ولیم میو جیسے آپ سب لوگوں اتنے
ہرین اسی غلطی میں پڑنے کے سبب سے اسلام ہی کو مسلمانوں کے زوال کا باعث قرار دیتے اور یوں کہتے
ہیں کہ ”اسلام میں جو قرآن کے سخت بندوں میں جکڑا ہوا ہے عیسائی مذہب کی طرح زمانہ اور موقع کے
مختلف حالات کے لحاظ سے تغیر ہو ہی نہیں سکتا تھا، اور دنیوی معاملات میں پیشوائی اور رہنمائی کرنا
درکنار، اوسین یہ قابلیت ہی نہ تھی کہ سوسائٹی کی رفتار اور قوم کے عروج کا ہم قدم رہ سکے، کیسا عجیب و غریب
یہ قول جہاں تک فضل اسلام سے متعلق ہے، اور کیسا سچا ہے، جہاں تک مسلمانوں کے غلط خیالات
اور خلافات اسلام حالات سے متعلق ہے۔ تعجب ہے کہ باوجود قرآن پڑھے ہونے اور اسکے معنی سمجھنے کے
سر ولیم نے ہمارے اعمال اور ہمارے غلط خیالات کے غمے نتیجہ کن کو مذہب اسلام سے منسوب کیا، اور اس
طور پر اسلام پر اعتراض کرتے وقت عیسائیوں کے اون افعال کو بھول گئے جتنکے سبب سے ایک ہزار برس تک
یورپ میں تاریکی چھا رہی تھی، اور عیسائیت نے پوپ اور مذہبی لوگوں کی مذہبی ہدایت اور مذہبی حکم اور مذہبی خیالات
سے علم، تہذیب، انصاف، اخلاق، اور ہر قسم کی روحانی اور مادی ترقی اور انسان کی آزادی اور
خوشی کو روک دیتا تھا۔ میرے دوسرے لکچر میں ان خرابیوں کا تفصیلی بیان ہے اوسے سنئے اور انصاف
کیجئے کہ خراب سے خراب اور نہایت محدود زمانے میں بھی کبھی اسلام نے یعنی مسلمانوں کے اعمال نے دنیا
کو اتنا نقصان نہیں پہونچایا، جتنا کہ عیسائیت نے ایک زمانہ دراز تک جسکی مدت ہزار برس سے کم نہیں
تھی انسانوں کو مصیبت اور وبال اور بار بار ہر قسم کی آفتوں میں مبتلا رکھا۔ سر ولیم میو اسلام کو قرآن کے
سخت بندوں میں جکڑا ہوا، سوسائٹی کی رفتار اور قوموں کے عروج کا ہم قدم نہیں سمجھتے۔ اور عیسائیت کو
دنیوی معاملات میں رہنمائی اور پیشوائی کرنے والا خیال کرتے ہیں۔ ذرا قرآن کھولیں اور دیکھیں کہ اوسنے
اسلام کو کن بندوں میں جکڑا ہے۔ بلاشبہ ایسے بندوں میں جکڑا ہے، جس سے ہم شرک اور بت پرستی
کی بنیادیں پھینک دیں، ایک پتھے خدا کو تین نہ سمجھیں، کسی کو خدا کا بیٹا، کسی کو اسکا شرک یا نہ جانیں، تبرکات

اور تصویروں کی پرستش نکرین، ناقابل فہم باتوں اور رمزوں پر یقین نہ لادیں، راہبوں کی تجربہ پر تعذیب
 نفس کی تسبیب میں نہ پڑیں، روحانی مریایان زنا، چوری، خیانت، ظلم، جبر، حقوق والدین نہ کرنے، پادین
 مگر اوسہیں کوئی ایسا بند اور ایسی قید نہیں ہے، جو انسان کے دماغی قوتوں اور روحانی خوشیوں و
 اخلاقی خوبیوں اور دنیاوی ترقیوں کو روکے۔

ذرا قرآن کو لیئے اور دیکھئے کہ اول سے آخر تک اوسہیں ہے کیا، کہیں حقائق موجودات اور محاسن کائنات
 کا بیان ہے، کہیں مناظر قدرت اور نظام فطرت کا ذکر ہے، کہیں نظام عالم پر جو رکنی ہر ایک سے، کہیں عقل
 و سمجھ سے کام نہ لینے پر ملامت، کہ کسی جگہ اس حقیقت اور معرفت کا بیان ہے کسی جگہ علم و حکمت اور حکماء
 اخلاق کا ذکر ہے، کہیں پرانی قوموں کے حالات، کہ گورنرین کہ ہم عبرت پکڑیں، کہیں اصول عامہ سیاست کا
 بیان ہے کہ ہم اس پر عمل کریں۔ لَہُمْ قُلُوبٌ لَا یَفْقَہُونَ بِہَا اُنکے دل ہیں جو سمجھ کے کام میں
 نہیں آتے، کیا ہے ہاذا یناہون لوگون پر جو دل و دماغ رکھتے ہیں مگر اس سے کام نہیں لیتے۔

اُولَٰئِكَ کَانَ عَلَیْہِمْ لَکُمُ غَضَلٌ یہ لوگ جانور کے سے ہیں بلکہ جانور سے بھی زیادہ گمراہ، کسی
 نشان میں ہے، اُن لوگوں کی جو کہ انکھ، کان، ہوش، حواس، رکھتے ہیں مگر انہیں کام میں نہیں لاتے،
 ہر سَبَّ یُوتُ الْحِکْمَہُ فَتَدَارُکُہُ خَیْرًا کَیْزًا۔ جسکو حکمت دی گئی اوسکو بہت کچھ بھلائی دی گئی،

کیا ہے، حکمت کی فضیلت کا بیان۔ وَالَّذِیْنَ اُولُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ وَہل یتسَوّے
 الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ جنکو علم دیا گیا وہ درجے والے ہیں۔ کیا عالم اور

جابل برابر ہو سکتے ہیں، کیا ہے تعلیم کی ترغیب۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ لَاسْلَامٌ۔ مذہب
 خدا کے نزدیک اسلام ہے، کیا ہے اسلام اور فطرت کے اتحاد کا بیان۔ قَالُوْا اَکُلْ نَبَاتٍ مِّنَ

الْہِیْطِ عَلَیْکُمْ اَبَآءُکُمْ۔ وہ بولے کہ ہم اوسیکے پیچھے چلیں گے جیسے ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا ہے
 نہ سوچنے اور نہ سمجھنے پر ملامت۔ اِلَّا تَخَافُ الْعِبَادَہُمْ وَرُحْبَاہُمْ لَکُمْ اَبَآءُکُمْ دَعَا اللّٰہَ۔

ان لوگوں نے اپنے علم اور روشنی کو خدا کے علاوہ ارباب بنالیا ہے یہ کیا ہے اہل کتاب اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کی عصمت کے اعتقاد پر است - **هُم لَا يَعْلَمُونَ** - **هُم لَا يَعْقِلُونَ** - **هُم لَا يَتَذَكَّرُونَ** - **هُم لَا يَتَفَكَّرُونَ** - **هُم لَا يَتَذَكَّرُونَ** - وہ نہیں جانتے نہیں عقل رکھتے نہیں سوچتے نہیں فکر کرتے نہیں غور کرتے ہیں جس سے سارا قرآن بہرہوار ہے کیا ہمیں کوڑے اور نازیانے ہیں جو کانوں پر لگائے گئے ہیں اس جرم میں کہ عقل اور سمجھ سے کام نہیں لیتے -

غرض کہ سارا قرآن اور ساری تعلیم ہمارے ہادی کی ہی ہے کہ وہ استقامت اور جود و عظمت میں خدا نے رکھی ہے وہ کام میں لائی جاوے اور دنیا و دین کی ساری نعمتیں حاصل کیجاویں - قرآن سرورِ عالم کی سبھی ہوئی وہ غمخیز نہیں ہے جو دنیوی ترقیات کے لئے جکڑے ہوئے ہیں - بلکہ غلاب اور کور وہ ادب بندوں کو توطی کرنے والے ہیں جو عیسائیت نے یا عیسائیوں نے انسانوں پر اوس سے روکنے کے لئے لگائے تھے - غور کرو خدا کی اس جھڑکی پر رہبانیت اور جوگی بننے کے لئے ہر مہربان حضرت امیر مومنین علیہ السلام نے کس نے خدا کی اس نعمت حرام کی جو خدا نے بندوں کے لئے پیدا کی ہے پھر ہو خدا کی یہ آیت جو دنیاوی لذتوں سے متمتع ہونے کے لئے ہے - **كُلُوا وَارْزُقُوا** - مسافر رہنا کہ **وَأَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ** - اچھی چیزیں جو ہنسے روزی دی ہن کماؤ اور اچھے کام کرو یہ خدا اپنے بندوں پر اپنی خدا کی کے اقرار لینے میں کیا محبت پیش کرتا ہے یہی کہ ہننے طرح طرح کی نعمتیں دین پر ہی شکر نہیں کرتے **وَجَعَلْنَا فِيهَا مَعَاشًا** - **قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ** - اور ہننے اور مین سہاش کی چیزیں پیدا کیں - لیکن تم لوگ کہ شکر کرتے ہو - دیکھو کیسا عام اجازت نامہ ہے خدا کا دنیا کا نامہ کیلئے - **فَالشُّكْرُ لِلَّهِ** - **فَالشُّكْرُ لِلَّهِ** - **فَالشُّكْرُ لِلَّهِ** - زمین میں یہاں جاؤ اور خدا کی روزی تلاش کرو -

ہر خدا پر اچھے بندوں کو کیا دعا کا نام ہے - **رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً** - اے خدا ہم کو دنیا اور آخرت میں سہلائی دے یہ یعنی دنیا اور دین دونوں کی سہلائی جبکہ قرآن کے ایچکا

ہوں، اور طلب معیشت اور تجارت اور کسب حلال کے لئے صاف صاف ترغیبیں اور ہشارتیں۔ جیسا کہ ہمارے ہادی نے طلب معیشت کے لئے فرمایا ہو۔ **مَنْ الدُّنُوبُ دُخَانٌ لَا يَكْفُرُ هَالَا اللَّهُمَّ** **وَقَدْ طَلَبَ الْمَعِيشَةَ**۔ بعض ایسے گناہ ہیں جن کا کفارہ صرف یہ ہے کہ معاش کی فکر میں رہیں اور ٹھیکیا جاو اور تجارت کے لئے ارشاد کیا ہو کہ **الْأَجْرُ الصَّدُوقُ** **يُحْتَسَرُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَعَ الصَّدَقَاتِ** **وَالشُّهْدَاءِ**۔ سچا سود اگر قریا مس کے دن صدیقوں اور غیروں کے ساتھ اٹھے گا، اور طلب دنیا کے لئے صاف صاف لفظوں میں یہ خوشخبری سنائی ہو کہ **مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا لَمْ يَفْشَأْ عَنِ الْمَسْكِنَةِ وَسَعْيًا عَلَى عِيَالِهِ وَعَطَاءًا عَلَى جَارِهِ** **لَقِيَ اللَّهَ وَجْهَهُ كَأَقْرَبِ كَيْدَةِ الْبَدَنِ**۔ جو شخص دنیا کو بطریق حلال تلاش کرتا ہے اور جب کا مقصد سوال کرنے سے بچنا اور مالِ اولاد کیلئے کوشش کرنا اور ہر سیر پر مہربانی کرنا ہوتا ہو اور کئے منہ خدا کی ملاقات کیوقت جودہو میں رات کے چاند کا سا ہوگا، تو کیا ایسا مذہب دنیاوی خوشیوں کے حاصل کر نیکے لئے انسان کے پاؤں کی زنجیر ہے، ہرگز نہیں، بلکہ وہ اونکے لئے خط آزادی ہے۔

مگر جس طرح کہ سچی تعلیم قرآن کی اور فیصلہ اسلام انسانوں کے لئے خط آزادی ہے، اسی طرح ہمارے غلط خیالات اور خلاف مذہب اعمال بلاشبہ ترقی کے پاؤں کی زنجیر ہیں، ہمارے خیالات ہمارے اعمال یقیناً اس سچی تعلیم کے خلاف اور اصل مقصود اسلام کے تناقض ہیں۔ چنانچہ عالموں اور چند مسلمان حکیموں کو جانے دو جو کفر و انحراف کے فتوے سے نہیں بچے، بلکہ عام خیالات اور اقوال پر نظر کرو تو کیا معلوم ہوتا ہے، عقل دین سے بے تعلق، فطرت اسلام کے خلاف، فلسفہ سراسر الحاد، تشبہ بالکفار و کواکب کی امور الدنیا قلمی حرام، کوئی فرما ہے۔ **يُحْجَوْنَ إِلَّا سُبْحَانَهُ** **بِأَوَّلِ الْمَطْلُوعِ**، منطق کے ادراک سے استنباط جائز ہے، کیا ارشاد ہے۔ **الْفَوَاحِشُ كَأَدِّ الشَّمْعِ**۔ فتوے شرع کا ستون ہے، کیا قول ہے۔ **إِنْ قَطَعَ نَرَبَانِ الْكُفْرَ** **دَهْمًا دَكَ نَارُهُ جَانِبًا**، کوئی کہتا ہے۔ **الدُّنْيَا**

قَالَ لَا يَنْزِلُ خِلَافَ الْكَافِرِينَ عَمَّا كَانَ - دنیا اور دین دونوں ضد چیزیں ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں، کیسے تعجب کی چیز بات کہ اسلام جو فی نفسہ علم کا حامی، اور فطرت کے مطابق، اور علم حقایق الاشیاء کا مآرک، اور ہر طرح کی دماغی قوتوں کا محرک، اور دنیاوی ترقیوں کا ذریعہ، ہو، وہ ہم مسلمانوں کے غلط خیالات، بہودہ اور مٹا ہوا عقائد، اور متعصبانہ افعال سے علم کا مزاحم، تہذیب کا مانع، ترقی کا روکنے والا سمجھا جاوے۔ اور مذہب عیسائی جسے رہبانیت کی تعلیم دی ہو، جسے قدرتی جذبات کے تشفی کرنے کا کوئی سبق نہ دیا ہو۔ جسے دنیاوی ترقیوں کے لئے کوئی راہ نہ دکھولی ہو، جو مذہب فی نفسہ رمز اور پسیلیوں کا مجموعہ ہو، جس کا مدار عقل کے بدلے آسمانی روشنی پر رکھا گیا ہو، وہ عیسائیوں کے اعمال سے علم اور تہذیب کا پسلیا نیوالا، اور انسان کو ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچانے والا کہا جاوے۔ فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هَذَا الشَّيْءُ عَجَبٌ - سو عبرت پکڑو اے عقل والو۔ بے شبہ یہ عجیب بات ہے۔

صاحبو! - مذہب اور علم کی ہمیشہ لڑائی ہوا کی ہے، اور اب بھی یہ جنگ اچھی طرح جاری ہے۔ یورپ جہاں آجکل علم کی قوت ہے وہاں علم ہی کی عملداری ہے مذہب اور اسکے مقابلہ سے عاجز ہے۔ وہ مذہب جسے سرورِ عالم اور دنیاوی ترقیوں کا رہنما کہتے ہیں، اُن ملکوں سے خصلت ہو رہا ہے، اور قریب ہے کہ زمانہ کہ سوائے گریچا کے پادریوں اور بے علم کاشتکاروں اور نادان بوڑھوں کی زبانوں کے، اس کا اثر کیسے دلپزیر رہیگا۔ یورپ اور امریکہ میں بلا عقادہی اس کثرت اور اس زور سے پھیلی جاتی ہے کہ نہ کسی کی حقارت نہ نفرت نہ ملاست نہ کوئی پوچھ گچھ قوت اسے دبا سکتی ہے بقول ایک محقق کے مذہب کی یہ حالت ہے کہ نہ ملک کی پالیسی پر اس کا اثر رہا ہے، نہ جنگی جوش جو مذہبی بنیاد پر قائم تھا نظر آتا ہے، جو کچھ باقی ہے وہ یہ ہے کہ چند رنگ مرمے کی بت بعض گرجوں میں پڑانے زمانہ کے مجاہدین کے نظر آتے ہیں۔ جو تاریکی کہ یورپ پر قائم ہو گئی تھی وہ اب رفع ہوتی جاتی ہے، صبح ہو گئی ہے اور جدید اور بہتر حالت کے آثار پیدا ہو رہے ہیں، سو ساری اس آنے والی نئی روشنی پر آنکھیں لگائے ہوئے بیٹھی ہیں، اور صفات صاف معلوم ہو رہی ہیں۔

کہ یونینش کے دریا کی دہان پر اناراستہ چھوڑ چکی ہے اور نیا راستہ ڈھونڈ رہی ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام پر بھی علم کا ایسا ہی اثر ہوگا۔ اس کا جواب ”نہیں“ بھی ہے اور ”نہیں“ بھی، وہ خیالی مذہب ہے جو کہ مجموعہ ہے ہمارے ادہام اور دس اوس اور بت پرستی کی رسموں، اور شرکوں کی عادتوں، اور دل شکن کمائیوں کا وہ بلاشبہ علم کی روشنی کے سامنے نہ ٹھہرے گا، مگر وہ اسلام جو مطابق ہے فطرت کے، اور مراد ہے علم بحقائق الاشیاء کے، اور جو موافق ہے سچے علم کے، اور جو بتایا گیا ہے قرآن میں اسکو علم کی ترقی سے اور ترقی ہوگی، اور وہ دنیا میں اور پھیلتا جاوے گا، اور علم کی روشنی کے سامنے اسکا خوصوت چہرہ اور چکنے لگیں گے۔ **فَآخِرُ وَجْهَاتِ لِلدِّينِ حَيَاتُ فَاِذَا فُطِرَ اللَّهُ الْاَلٰہِ الَّذِیْ فُطِرَ النَّاسُ عَلَیْہَا لَا یُکَدِّلُ** **یَخْلُقُ اللَّهُ ذٰلِکَ الَّذِیْ یُقِیْمُ**۔ پس اپنا منہ دین کی طرف سیدھا کر۔ ٹھیک ہے رستہ سے مڑ کر۔ خدا کی فطرت جہر اوسنے آدمیوں کو مخلوق کیا۔ خدا کی ساخت میں تبدیل نہیں ہے۔ یہ سیدھا دین ہے۔

تَبَاحُ لَکَ سَیَرِ

